اے بی سی۔ آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

فون نمبر دارالعلوم - ۴ | لۂ دعوۃ الحق | فون نمبر رہائش - ۲

قرآن وسنّت کی تعلیمات کا علمبردار

جلد نمبر : ۱۹ | ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک | صفر المظفر ۱۴۰۴ھ

شمارہ نمبر : ۲ | | نومبر ۱۹۸۳ء

مدیر : سمیع الحق

## اس شمارہ میں



## بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ -/۳۵ روپے ، فی پرچہ ۳/۵۰ روپے ، بیرون ملک سالانہ عام ڈاک ۴ پونڈ ، ہوائی ڈاک ، پونڈ

سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# نقشِ آغاز

مولانا سمیع الحق صاحب ۲۸ نومبر سے مصر وغیرہ کے دورہ پر ہیں اس لئے وہ اداریہ نہیں لکھ سکے۔ مگر مجلس شوریٰ کے حالیہ اجلاس منعقدہ نومبر ۸۳ء میں خارجہ پالیسی پر ان کی مختصر تقریر سے ایک حد تک یہ کمی پوری ہو جائے گی۔ یہ تقریر ۵ نومبر ۸۳ء کو بارہ بج کر بیس منٹ پر ایوان میں ہوئی جسے وفاقی کونسل سیکرٹریٹ نے ضبط کیا۔ ادارہ

مولانا سمیع الحق: جناب والا۔ جہاں تک جناب وزیر خارجہ صاحب نے فرمایا میں اسے انتہائی جامع اور متوازن اور ہر پہلو پر سیر حاصل گفتگو انہوں نے پوری دنیا کے بارے میں فرمایا ہے اور واضح اشارات ہمیں دے دئے ہیں اور مجموعی حیثیت سے پاکستان کی خارجہ پالیسی الحمد للہ کہ پوری دنیا اس کو اس وقت متوازن تسلیم کرتی ہے جس میں حقائق کا پورا اور صحیح تجزیہ کیا گیا ہے۔ جذبات سے ہٹ کر ملک کی فلاح و بہبود کے لئے جو لائحہ عمل ہے وہی اختیار کیا گیا ہے۔

مسئلہ افغانستان: سب سے پہلے میں افغانستان کے مسئلہ پر جو متوازن اور حقیقت پر مبنی ہے اور ملک و ملت کے مفادات کے لئے جو بہتر سے بہتر صورت ہے وہ پالیسی اختیار کرنے پر میں حکومت پاکستان کو مبارکباد دیتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ افغانستان کے مجاہدین صرف اپنے ملک کا دفاع نہیں کر رہے ہیں بلکہ وہ پاکستان کا دفاع کر رہے ہیں اور ملک سے محبت اور اسلام سے تعلق اور حب الوطنی اور ملی تشخص کا معیار میرے نزدیک اس وقت یہ ہے کہ جو شخص افغانستان کے معاملے میں کیسی پالیسی اختیار کرتا ہے۔ اگر اس کو افغانستان کے مجاہدین اور مہاجرین سے محبت نہیں ہے اور وہ ان لوگوں کے تعاون کو صحیح نہیں سمجھتے تو میں نہیں سمجھتا کہ اس کو اس ملک کا محب وطن قرار دیا جا سکے۔ اسلام کا تقاضا ہے اور اسلام کا حکم ہے کہ جہاں بھی عالم اسلام کی ایک بالشت زمین پر بھی کسی غیر مسلم کی حکومت آگئی اور اس کی آزادی سلب کی جائے گی تو پورا عالم اسلام اس کے لئے ایک جان کی طرح اٹھ کھڑا ہو گا۔ کیونکہ ملت مسلم جسد واحد ہیں۔ تو ہماری خارجہ پالیسی کا بنیادی اصول یہی ہونا چاہئے کہ جہاں بھی عالم اسلام کے کسی خطے پر کسی ٹکڑے پر جس حصے پر بھی مصیبت آئے تو ہم اس کے لئے اس کی پشت پر کھڑے ہوں اور اس کی مدد کریں۔ یہ اسلام نے ہمیں واضح اصول دیا ہے کہ اگر ایک بالشت زمین پر مشرق میں کافر کا قبضہ ہو جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مغرب کے آخری سرے کے مسلمان پر بھی اس کا دفاع فرض ہو جائے گا۔ جو سیاسی طاقتیں اس وقت افغانستان کے مسئلہ پر نرم رویہ اختیار کرتی ہیں اور جو موجودہ پالیسی کو غلط سمجھتے ہیں وہ درحقیقت اس ملک کی ملت کے دشمن ہیں میں اس پالیسی پر حکومت کو مبارک باد دیتا ہوں۔

**صیہونی سرگرمیاں** | دوسری بات یہ ہے کہ جیسے ہی ہماری پالیسی متوازن ہوتی جا رہی ہے اتنا ہی پاکستان دشمن قوتیں اور بالخصوص صیہونی قوتیں اس ملک میں اپنی ریشہ دوانیاں تیز تر کرتی جا رہی ہیں۔ اس پر کڑی نگاہ رکھی جائے اس وقت صیہونی لابی مختلف طریقوں سے اس کی سرگرمیاں عالم اسلام میں تیزی سے جاری ہیں۔ اور صیہونیت کے نزدیک پاکستان ان کا نمبر ایک دشمن ہے۔ وہ پورے عالم اسلام میں پاکستان کو سب سے بڑا دشمن سمجھتے ہیں کیونکہ یہ ایک نظریاتی ملک ہے۔ یہاں اس نظریئے کے سلسلے اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ وہ اہل عرب سے بڑھ کر پاکستان کو سب سے بڑا دشمن سمجھتے ہیں کیونکہ پاکستان عربوں کا سچا اور مخلص ساتھی ہے۔ وہ اس ساتھی کو ان سے کاٹنا چاہتے ہیں۔ یہاں کے ایٹمی پروگراموں پر اسرائیل نے بڑی غیر ذمہ دارانہ باتیں کہی ہیں۔ اور جناب صدر مملکت نے بھی ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ اسرائیل نے یہ پروگرام بنایا تھا کہ یہاں کی ایٹمی ٹیکنالوجی وغیرہ کو تہس نہس کیا جائے۔ تو ہمیں اپنے تمام امور میں اس چیز کو سر فہرست رکھنا چاہئے جو یہاں اخلاقی اور نظریاتی انتشار پھیلا رہے ہیں۔

**محرف قرآن کی تقسیم** | ابھی پچھلے دنوں اخبارات میں آیا تھا کہ اسرائیل نے پورے عالم اسلام میں محرف قرآن مجید تقسیم کئے ہیں اور لاکھوں کی تعداد میں نسخے پھیلا رہا ہے۔ صیہونیت دشمنی اور یہودیت دشمنی کے متعلق اللہ کے وسیع ارشادات کے متعلق آیات کو نکالا گیا ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ کئی ہزار نسخے انہوں نے پاکستان میں تقسیم کئے ہیں۔ تو حکومت کو صیہونیت پر نظر رکھنی چاہئے۔

**مغربی سامراج کی سرگرمیاں** | اس کے علاوہ سی آئی اے کی سرگرمیوں پر بھی نظر رکھنی چاہئے۔ ابھی اخبارات میں آیا ہے کہ بعض ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ سی آئی اے نے اپنے سرکردہ اور ٹاپ کے انٹیلیجنس ہیں ان کو پاکستان میں کام پر لگانے کا پروگرام انہوں نے بنایا ہے۔ اور انہوں نے ایجنٹ یہاں بھیجے بھی ہیں۔ تو اس پر بھی ان کو نگاہ مرکوز رکھنی چاہئے۔ ہمیں اگر سرخ سامراج کے ہتھکنڈوں سے بچنا چاہئے تو اس کے ساتھ ساتھ ہمیں سفید سامراج اور یورپین سامراج سے بھی اپنے ملک کو پاک رکھنا ہے اس لئے دونوں باتوں میں ہمیں ہر حال میں توازن رکھنا ہے۔

**پاکستان کے شمال مغربی علاقے اور آغا خانی عزائم** | اب ایسی خبریں آ رہی ہیں کہ بعض غیر ملکی طاقتیں پاکستان میں اپنے مفادات کے لئے ایک حصہ ایسا قائم کرنا چاہتے ہیں جن سے اس کے سامراجی عزائم اس میں پورے ہوں یہ باتیں ابھی یقین سے نہیں پہنچیں لیکن افواہیں، خدشے ہیں اور خاص طور سے شمالی علاقوں میں کچھ علاقے ایسے ان مقاصد کے لئے استعمال کئے جانے کا پروگرام ہے۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہوا کہ گلگت ہنزہ اور چترال میں کچھ اس قسم کا سٹیٹ قائم ہوا

جو ان کی سرگرمیوں کے لئے کھلی آماجگاہ چھوڑ دی گئی تو آئندہ یہ پورے پاکستان کے سر پر تلوار ثابت ہو گی بعض ادارے اور بعض فرقے جن کے مراکز باہر ہیں وہ اس سلسلے میں تیز ہو گئے ہیں اور اس وقت سنا ہے کہ وہاں شمالی علاقوں میں کچھ اجتماعات بھی ہونے والے ہیں اور فاؤنڈیشن قائم کی گئی ہے۔ اگر ایسی چیزیں پیدا ہو گئیں تو وہ اسلام اور پاکستان کے مفاد میں نہیں ہوگا۔

**پاکستانی سفارت خانوں کی کارکردگی** اسی طرح ہمارے غیر ملکی سفارت خانے اسلام کی اشاعت، دعوت و تبلیغ میں جس انداز میں چاہئے وہ سرگرمی نہیں دکھا رہے ہیں۔ بعض سفارت خانے تو غلط فہمی کی وجہ سے یا لاعلمی کی وجہ سے لٹریچر تقسیم کرتے ہیں مجھے تھائی لینڈ سے کئی خطوط آئے ہیں کہ وہاں پاکستانیوں کی طلب پر ہمارے سفارت خانے نے ایسی کتابیں تقسیم کیں جو پاکستان کی سراسر نفی کرتی ہیں۔ پاکستان کی بنیاد قرآن کریم کے علاوہ سنت پر ہے۔ اور حدیث بھی اس قانون کا حجت اور بنیاد ہے۔ اور تھائی لینڈ اور بنکاک کے سفارت خانے نے منکرین حدیث کی کتابیں تقسیم کیں۔ ایسی سرگرمیوں پر جیسے ہمارے ثقافتی اور کلچرل پروگرام سفارت خانوں کے ذریعے ہوتے ہیں۔ ان پر سختی سے نگاہ رکھی جائے۔ متفق دینی معاملات کے خلاف وہاں پروپیگنڈہ نہ ہو۔ اور اس کے علاوہ عالم عرب میں ہمارے سفارت خانے ہیں وہاں ایسے اہل کار بھیجے جائیں جن کو عربی زبان پر پورا عبور ہو اور وہ ان لوگوں سے گھل مل کر کما حقہٗ بات کر سکیں۔ میں انہی گذارشات پر اکتفا کرتا ہوں میرا نام اس فہرست میں نہیں تھا آپ نے اچانک بلا کر مہربانی کر دی۔

**بی بی سی کی پاکستان دشمنی** میرا ایک بنیادی مسئلہ یہ تھا جسے تحریک التوا کی شکل میں پیش کرنا چاہا تھا۔ کہ بی بی سی نے جو پروپیگنڈہ شروع کر رکھا ہے۔ برطانیہ سے ہمارے اچھے تعلقات ہیں مگر یہ کیا ظلم ہے کہ برطانیہ کا ایک ادارہ ۳۶ سال سے مستقل طور پر ایسی پلاننگ کیوں کر رہا ہے جس سے اس ملک کی بنیادیں ہلانا چاہتا ہے۔ اس کی مرضی ہے کہ وہ یہاں کے کسی ایک فرد کی حکومت کی تائید کرے یا اس کی مخالفت کرے۔ مگر اس کو یہ حق کہاں ہے کہ وہ ۳۶ سال سے پروپیگنڈے کے ذریعہ اس ملک کی سالمیت کو تہس نہس کرنا چاہتا ہے اس لئے برطانیہ سے بات کرنی چاہئے۔ کہ یہ جھوٹ پر مبنی پروپیگنڈہ کب تک چلاتا رہے گا۔ شکریہ

سمیع الحق

ضبط و ترتیب ۔ عبدالقیوم حقانی

# صحبتے با اہل حق

اس عنوان سے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب کی مجالس کے بعض ملفوظات و افادات پیش کئے جائیں گے ــــــــ (ادارہ)

**سچی توبہ سے شیطان بھی رحمت کا مستحق بن جاتا ہے**

فرمایا۔ شیطان انتہائی کمینہ اور متکبر ہے۔ شیطان کو حضرت آدم علیہ السلام اور آپ کی ذریت سے حد درجہ بغض اور عداوت ہے۔ خدا کی رحمت چھوڑ بیٹھا مگر آدم و اولاد آدم کی عداوت نہ چھوڑ سکا۔ خدا کی رحمت بہت وسیع ہے۔ اس کی رحمت کے دروازے ہر وقت کھلے رہتے ہیں۔ تمام تر شیطان نے ضلالت و گمراہی کا کام کیا۔ اولادِ آدم کو راہِ راست سے بھٹکایا۔ خدا جانے کتنوں کو جہنم کی راہ پر لگایا۔ مگر قربان جائیں اپنے مہربان خدا کی رحمت کے، کہ ایک سچی توبہ سے اب بھی شیطان بارگاہِ ربوبیت کے مقربین میں جگہ پاسکتا ہے۔ صرف توبہ شرط ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جب ایک مرتبہ شیطان کا مکالمہ ہوا تھا اور شیطان نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خدا کے حضور مغفرت کی درخواست پیش کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا کہ شیطان سے کہہ دو! کہ عداوتِ آدم سے باز آجاؤ۔ سچی توبہ کرکے اب بھی اگر حضرت آدم کی تعظیم بجالاؤ تو میں سارے گناہ معاف کردوں گا۔ مگر شیطان متکبر تھا، اکڑ گیا اور کہا۔ میں نے آدم کی زندگی میں جب ان کو سجدہ نہ کیا تو مرنے کے بعد ان کو کیسے سجدہ کرسکتا ہوں۔ اس تکبر و عداوت اور بے جا تعلّی نے شیطان کو اور اس کے پیروکاروں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بارگاہِ ربوبیت سے راندہ درگاہ کردیا۔

**اہل علم اور اہمیت تدریس** چند فضلاء کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:۔

آپ حضرات علوم دینیہ پڑھ چکے ہیں اب الحمدللہ فضلاء، اور علماء کہلاتے ہیں۔ علم کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی اشاعت کی جائے۔ پڑھانے سے اور تدریس سے علم میں پختگی آتی ہے: تدریس کا مشغلہ جاری رکھو۔ جس سے مزید علمی استحکام حاصل ہوگا۔ اور جن فضلاء نے ابھی تک ادھر توجہ نہیں دی ہے انہیں بھی فوراً کسی نہ کسی طرح تدریس شروع کردینی چاہیئے۔ جس درجہ کے پڑھانے کی صلاحیت اور استعداد ہو پڑھانا شروع کردو۔ یہ نہ دیکھو کہ ابتدائی درجہ کی

کتابیں دی گئی ہیں اور بڑے درجہ کی کیوں نہیں ملیں۔ جو کچھ بھی مل رہا ہے اسے اخلاص سے قبول کرو اور بسم اللہ کرکے پڑھانا شروع کر دو۔ خدا تعالیٰ امداد فرماوے گا۔ خلوص وللہیت کے صدقے سے بڑے بڑے مسئلے حل ہو جائیں گے۔ اور جلد ہی اعلیٰ ترقیات و درجات عالیہ مسخر ہو جائیں گے۔ ہاں طلب و اخلاص شرط ہے۔

**ایاز قدر خود بشناس** فرمایا۔ محمود غزنوی بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ غزنی سے آئے پاک و ہند کو فتح کرکے سومنات کے مقام تک پہنچے۔ ان کو اپنے ایک غلام ایاز سے بے حد محبت تھی۔ ایاز شاہی دربار میں مرصع تاج اور ایسا لباس پہنتا تھا جس میں بیش بہا موتی اور لعل و جواہر جڑے ہوتے تھے۔ وزراء اور دوسرے شاہی مقربین کو ایاز پر رشک آتا تھا اور محمود غزنوی کی ایک غلام سے محبت پر تعجب بھی۔ جب ان وزراء نے جرأت کرکے محمود غزنوی سے ایک غلام کے ساتھ اس قدر وارفتگی کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا اس کا جواب کل دوں گا۔

دوسرے روز جب شاہی دربار برخاست ہوا تو محمود غزنوی نے سب وزراء کو روک لیا اور سبھی کو ساتھ لے کر اچانک ایاز کے گھر جا حاضر ہوا۔ اور وزراء سے کہا کہ اندر جھانک کر دیکھو کیا کیا جا رہا ہے؟ جب روشندان سے جھانک کر دیکھا گیا کہ ایاز نے شاہی لباس اور قیمتی مرصع تاج اتارا ہوا ہے اور اپنا پرانا مزدوروں اور قلیوں والا لباس پہنے ہوئے ہے۔ اور آئینہ سامنے رکھ کر اپنے کو مخاطب ہے۔

"ایاز قدر خود بشناس"

بزرگوں کا مقولہ ہے کہ شریف آدمی جس قدر بلند ترین مراتب پر پہنچتا ہے اسی قدر اس میں عاجزی اور تواضع کی شان زیادہ پیدا ہوتی ہے اور رذیل آدمی جوں جوں اونچے درجات پر پہنچتا ہے توں توں اس میں دناءت و کمینگی اور رذالت پیدا ہوتی جاتی ہے۔

**دنیا اجتماع ضدین سے قائم ہے** فرمایا۔ جس طرح اللہ پاک نے دن اور رات کو پیدا فرمایا۔ ایک کو روشن اور دوسرے کو تاریک بنایا۔ جس طرح گاڑی، ضدین سے چلتی ہے۔ انجن میں آگ بھی ہوتی ہے اور پانی بھی۔ لیکن دونوں کے درمیان آہنی دیوار حد ہے۔ اسی طرح دنیا کی گاڑی بھی اضداد سے قائم ہے۔ کفر ہے تو اسلام بھی اس کے مقابل موجود ہے۔ جب تک دنیا میں کفر اور اسلام دونوں باقی رہیں گے دنیا کی گاڑی چلتی رہے گی۔ جب اسلام بالکل ختم ہو گیا تو قیامت برپا ہو جائے گی۔ دوزخ نہ ہوتی تو جنت بھی نہ ہوتی۔ اگر حق نہ ہوتا تو باطل بھی نہ ہوتا۔ بہرحال ضدین کے اجتماع سے دنیا کی گاڑی چل رہی ہے اور اس کا مقصد صرف انسان کا امتحان ہے وہی جنت کا مستحق ہے جو امتحان میں کامیاب ہے۔ اور جہنم اس کی ہے جو امتحان میں فیل ہو گیا ہے۔

**ملت کا استحکام و عروج اہل اسلام کے اتحاد پر منحصر ہے** فرمایا۔ قرآن حکیم نے ملت کے بقاء و استحکام اور مسلمانوں

کی ترقی و عروج کا راز، اتفاق اور اتحاد میں رکھا ہے۔ جب تک مسلمان ایک رہے، غالب رہے۔ جب سے وحدت ختم ہوئی غلبہ بھی جاتا رہا۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا پر جب تک عمل کیا جاتا رہے گا۔ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت مسلمانوں کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکے گی۔ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ و مساعی اور اسلام کے تدریجی ارتقاء پر نظر ڈالیں تو ہر پہلو اور ہر عنوان اور اسلامی تاریخ کے ہر کامیاب دور کے پس منظر میں ملی وحدت اور اہل اسلام کا اتحاد کار فرما نظر آئے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی تو سب سے پہلے اوس اور خزرج کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا۔ ایک انگریز مورخ نے لکھا ہے کہ اوس و خزرج کے درمیان بھائی چارہ اسلام کی ترقی و اشاعت کی پہلی اینٹ تھی جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے رکھی۔ اب تو یورپ میں باقاعدہ یونیورسٹیوں میں سیرت العمرین پڑھائی جانے لگی ہے اور قرآن حکیم نے قومی اور ملی ترقی کے جو اصول بتلائے ہیں وہی یورپ میں پڑھائے جاتے ہیں۔ افسوس ہے اور مسلمانوں کی حالت زار پر جی کڑھتا ہے۔ کہ کامیابی کے گر ہمارے پاس ہیں، خزانہ ہمارے پاس ہے، سچائی اور صداقت کے اصول ہمارے پاس ہیں نظم و ضبط کی تعلیم ہمارے پاس ہے مگر فائدہ اہل یورپ اٹھا رہے ہیں اور ہم محروم ہو رہے ہیں۔

انقلاب اسلام کی ایک راہ | فرمایا، رعایا حکمرانوں کا اثر لیتی ہے۔ اور بادشاہوں پہ عوام کی نظریں ہوتی ہیں بادشاہ جو رنگ چاہیں اختیار کریں۔ عوام بھی اپنے کو اسی رنگ میں رنگنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ کوئی فرضی بات نہیں ہے۔ آپ اقوام عالم کی تاریخ کا مشاہدہ کریں تو آپ کو "الناس علی دین ملوکہم" کی صداقت کی شہادت میسر آجائے گی۔ کاش! اسلامی ممالک کے حکمران، اسلام اور دین کی طرف توجہ کرتے، سرکاری سطح پر بھی اور نجی زندگی میں بھی، اسلامی تعلیم و احکام کو ترجیح و ترویج دیتے، تو کوئی مشکل نہ تھا کہ عوام بھی اس کو اپنا لیتے، اور آج اسلامی دنیا کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔

علماء و اہل اللہ کی محبت "نجات کا وسیلہ" ہے | ...... ایک صاحب کی وفات کی خبر احقر نے سنائی۔ فرمایا جی ہاں۔ بڑے نیک، پابند صوم صلوٰۃ اور درویش صفت انسان تھے اور ان کی سب سے بڑی خوبی اور نیکی یہ تھی کہ ان کو علما۔ اور اہل اللہ سے بڑی محبت تھی۔ یہ بہت بڑی دولت اور آخرت کا عظیم سرمایہ ہے۔ علماء اور اہل اللہ سے محبت نجات کا اہم وسیلہ ہے۔ دنیا کی کوئی چیز بھی ساتھ لے جانے کی نہیں۔ بس یہی وہ توشہ ہے جو آخرت میں ساتھ لے جانے کا ہے۔ اور وہیں آخرت میں بھی یہی کام آئے گا۔

نیت و اخلاص کی اہمیت | فرمایا، یہ جو حدیث میں آتا ہے کہ اگر صحابہ اسلام کے دسویں حصہ کو ترک کر دیں گے تو ماخوذ ہوں گے اور پچھلے زمانہ کے لوگ اگر اسلام کے دسویں حصہ کو اپنائیں گے تو جنت میں جائیں گے۔ عام لوگ اس کا

مفہوم غلط سمجھ بیٹھے ہیں حالاں کہ اصل مدار نیت واخلاص پر ہے اور مراد یہ ہے کہ اگر صحابہ کی نیت واخلاص میں دسواں حصہ کم ہو جائے تو وہ ماخوذ ہوں گے اور پچھلے زمانہ کے لوگوں کو اگر نیت واخلاص کا دسواں حصہ بھی حاصل ہو جائے تو خدا کے نزدیک مقبول ہوں گے اور ان کو اس کا اچھا بدلہ دیا جائے گا۔

علمی ماحول بھی بہت بڑی نعمت ہے | احقر سے دریافت فرمایا گھر کہاں ہے؟ عرض کیا فلاں جگہ پر۔ فرمایا اچھا ہوا کہ یہاں علمی ماحول میں آ گئے۔ علم بھی بڑی نعمت ہے اس کے استحکام اور اس پر عمل کرنے کے لئے علمی ماحول کی بھی بڑی ضرورت ہے جسے میسر ہو گیا بڑی نعمت ہے اس کی قدر کرو ان شکرتم لازیدنکم۔

امام شافعیؒ سے امام مالکؒ نے فرمایا تھا اپنے علم کو برباد نہ کرنا۔ مقصد یہ تھا کہ ایسی جگہ قیام نہ کرنا جہاں نہ دین کے طالب ہوں اور نہ علم کی اشاعت ممکن ہو۔ جہاں علم کی اشاعت زیادہ ہو اور زیادہ سے زیادہ رجال کار تیار ہوں۔ مسائل پوچھنے والے اور علم حاصل کرنے والے کثیر ہوں۔ ایسے مقام کو ترجیح سے تھوڑے سے وقت میں زیادہ کام کیا جاسکتا ہے۔

خدمت خلق بہت بڑی نعمت ہے | فرمایا، جناب حکیم ..... صاحب ملاقات کے لئے تشریف لائے تھے۔ جس طرح بہت بڑے آدمی ہیں اسی طرح بے حد شریف بھی ہیں۔ انہوں نے فرمایا میرے لئے دعا کرو۔ میں نے عرض کی ہم خود گناہ گار ہیں یہ شکر ہے کہ خدا تعالیٰ نے گناہ گاروں پر دعا کرنے کی پابندی نہیں لگائی۔ ورنہ ہم تو ہاتھ اٹھانے کے بھی اہل نہ تھے۔ خیر۔ تو میں نے دریافت کیا حکیم صاحب! دعا کس لئے؟ حکیم صاحب نے فرمایا خدا مریضوں کو شفا دے اور خدا میری اس خدمت خلق کو قبول فرماوے۔ میں حکیم صاحب کی اس بات سے حد درجہ متاثر ہوا کہ اس اللہ کے بندے کو مخلوق خدا پر کس قدر شفقت ہے۔ شافی الامراض تو خود ذات باری تعالیٰ ہے تاہم درجہ اسباب میں مریضوں کا معالجہ بھی کوئی معمولی عمل نہیں ایک شخص زندہ ہو گیا تو گویا تمام دنیا کو زندہ کر دیا۔ اور ایک انسان کا قتل گویا تمام دنیا کو قتل کر دینا ہے۔

آپ ڈاکٹر اور حکیم حضرات صبح تا شام سینکڑوں قریب الموت مریضوں کی زندگی بچانے کا کام کرتے ہیں یہ خدمت خلق ہے جو بہت بڑی نعمت ہے اس کی عظمت اور صحیح قدر کا علم تب ہو گا جب آخرت میں آنکھیں کھلیں گی۔ بڑی خوشی محسوس ہوتی ہے جب کسی اللہ کے بندے کو اللہ کی مخلوق کی خدمت کرتے دیکھتا ہوں۔ اللہ پاک ایسے تمام افراد اور آپ کا حامی و ناصر ہو۔

ارشادات حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ　　　ضبط : مولانا حافظ انوار الحق صاحب

# دین کی نصرت وحفاظت

قارئین کی طرح ہماری بھی خواہش رہتی ہے کہ ہر شمارہ میں حضرت مدظلہ کے ارشادات وخطبات شامل ہوں مگر ایک عرصہ سے حضرت بوجہ ضعف و علالت خطبۂ جمعہ اور تقریر جمعہ نہیں کر سکتے بلکہ مولانا سمیع الحق صاحب یہ فریضہ انجام دیتے ہیں۔ ایک عرصہ بعد حضرت نے مختصراً اپنی مسجد میں خطبۂ جمعہ سے قبل حسب ذیل خطاب فرمایا جب بھی حضرت مدظلہ کی گرانمایہ ارشادات وافادات ملتے ہیں ہم اسکی اشاعت سے دریغ نہیں کرتے۔ (ادارہ)

---

(خطبہ مسنونہ کے بعد) الا تنصروه فقد نصره الله اذ اخرجه الذين كفروا ثاني اثنين اذ هما في الغار اذ يقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا۔ الآیہ۔

محترم بزرگو! یاد رکھیں کہ دین واسلام اپنی حفاظت میں ہمارا محتاج نہیں بلکہ ہم اگر اپنی حاجات کو پورا کرنا چاہیں اور زندگی کو بہتر طریقہ سے گزارنے کے خواہاں ہوں تو قرآن واسلام کے دامن کے نیچے آکر ہم بھی محفوظ ہو سکتے ہیں۔ رب العزت کا ارشاد ہے: يمنون عليك ان اسلموا قل لا تمنوا علي اسلامكم بل الله يمن عليكم ان هداكم للاسلام۔ الآیہ۔ یعنی اپنا اسلام مجھ پر مت جتلاؤ بلکہ تم لوگ خدا کا شکر ادا کرو کہ اس ذات برحق نے تم کو اسلام لانے کی توفیق سے نوازا۔ رب العزت کے دین کی بقاء اور حفاظت کیلئے کروڑہا مخلوق موجود ہے۔ ارشاد باری ہے: انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون۔ یعنی کہ پیغمبرؐ اور مذہب میں نے بھیجا ہے۔ اور میں ہی اسکی حفاظت کروں گا۔ جیسے کہ آپ کو معلوم ہے کہ اس سائنسی دور میں جنگ راکٹوں، جہازوں اور بموں کے ذریعہ سے کی جاتی ہے۔ اس دور میں مثلاً ایک ملک جنگ کی حالت میں ہے اور ملک کے ہر حصہ پر دشمن کے حملہ کا خطرہ ہے اور بادشاہ وقت ایک مقررہ شہر کے بارہ میں اعلان کر دے کہ فلاں شہر میرے حفاظت میں ہے، اور اس پر حملہ کرنا دشمن کیلئے ناممکن ہے کیونکہ اس کے اردگرد اسکی حفاظت اور

حملے سے بچاؤ کیلئے ہر طرح کے اسباب مہیا کئے گئے ہیں تو اس شہر کے باہر کے لوگ اگر اپنی حفاظت چاہیں گے تو وہ بھی دوڑ کر اس شہر کی آغوش میں پناہ لیں گے تاکہ دشمن کے ضرر اور حملے سے بچ سکیں۔ کیونکہ ہر کوئی یہی سوچے گا کہ اسکی حفاظت کی ذمہ داری ایک بادشاہ جو دنیاوی بادشاہ ہے نے لے رکھی ہے۔ اس لئے یہی بہتر پناہ گاہ ثابت ہو سکتی ہے۔

تو محترم بھائیو جس چیز یعنی دین، اسلام اور قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری جب مالک الملک اور بادشاہ حقیقی نے لی ہے۔ تو اسکو کوئی کیسے نقصان پہنچا سکے گا۔ بلکہ جو کوئی اپنے آپ کو مصیبت سے بچانا چاہے، اسکو چاہیئے کہ اسی اسلام و قرآن کے سایہ میں آکر اپنے آپ کو ہر قسم کے دنیاوی واخروی مصائب سے بچائے۔

تورات و زبور و انجیل و دیگر انبیاء پر جو کتابیں نازل ہوئی ہیں ان کا کوئی حافظ روئے زمین پر موجود نہیں۔ حالانکہ اس دور میں ان کتابوں کے ماننے والوں نے ان کتابوں کی اشاعت کیلئے ہزاروں مشنری ادارے قائم کئے۔ اربوں روپے اور ڈالر خرچ کر رہے ہیں اس کے باوجود ان کا حافظ ملنا تو درکنار ابھی تک یہ بھی یقینی معلوم نہیں کہ یہ کس زبان میں نازل ہوئی ہیں، اس کے برعکس قرآن کا ذمہ چونکہ اللہ رب العزت نے خود لیا ہے، تو کچھ عرصہ قبل جب قرآن کے حفاظ گنے گئے تو تعداد قریباً ۱۴ لاکھ تک پہنچ گئی —— کیا حفاظت دین کے ثبوت کیلئے یہ بات کم ہے۔

محترم بھائیو! ایسے بیشمار واقعات موجود ہیں کہ حق تعالیٰ نے انتہائی نازک مواقع میں اسلام کی حفاظت اعلیٰ طریقہ سے کی ہے جسکو سن کر انسانی عقل حیران رہ جاتی ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ حضور صلعم کی بعثت کے بعد پورے عالم کے کفار بالعموم اور کفار مکہ بالخصوص حضورؐ کے دشمن بن کر ایک رات حضرت کو شہید کرنے کا ارادہ کر بیٹھے۔ نبی کریمؐ کو رب العزت نے اس موقع پر مدینہ ہجرت کرنے کا فرمایا چنانچہ حضورؐ مدینہ روانہ ہوئے۔ کفار مکہ کو جب حضورؐ کے مکہ سے بچ نکلنے کا معلوم ہوا تو انتہائی غیض و غضب کی حالت میں حضورؐ کی تلاش شروع کر دی حتیٰ کہ ابوجہل سردار مکہ نے اعلان کیا کہ جس کسی نے نبی صلعم اور اس کے ساتھی حضرت ابوبکرؓ کو گرفتار کیا اس کو سو سو اونٹ انعام دیا جائیگا۔ اونٹ اس دور کا ایسا قیمتی مال تھا جیسے اس دور میں بیش قیمت کاریں۔

چنانچہ سراقہ بن مالک جو خود بھی قبیلہ کے سردار اور اس وقت غیر مسلم تھے، قصہ بیان کر رہے ہیں کہ میں اپنے قبیلہ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا گفتگو جاری تھی کہ ایک آدمی نے باہر سے مجلس میں آکر مجھے کہا کہ اس راستہ پر دو آدمی اونٹوں پر سوار گزرے ہیں اور میرا خیال ہے کہ وہ حضور صلعم اور اس کے ساتھی

ہیں، تو کیا میرا یہ خیال درست ہے ، سراقہ کہتے ہیں کہ میرا یقین تھا کہ یہ نبی صلعم اور ان کے ساتھی ہونگے۔ مگر اس خوف سے کہ اگر اسی مجلس میں میں نے اس آدمی کی بات کی تصدیق کی تو سارے ہم مجلس میرے ساتھ نبی صلعم کی تلاش میں لگ جائیں گے اور حضور کے ہاتھ آنے کی صورت میں انعام صرف مجھے نہیں بلکہ سب میں تقسیم ہوگا۔ میں نے اس خوف سے اس آدمی کو ڈانٹ کر کہا کہ ویسے کہہ رہے ہو، تمہاری بات غلط ہے۔ وہ اس راستے سے کیسے گزر سکتے ہیں۔ اس آدمی کو خاموش کرنے کے بعد میں نے کچھ توقف کے بعد اِدھر اُدھر دیکھا کہ اہل مجلس مصروف گفتگو ہیں اور کسی کا دھیان میری جانب نہیں تو چپکے سے مجلس سے اُٹھ کر حضور صلعم کی تلاش میں نکلنے کا قصد کیا۔ مجلس سے نکلنے میں پوری رازداری برتی تاکہ کوئی دوسرا مجھے دیکھ کر میرے ساتھ باہر اس مقصد کیلئے نہ آئے اور شریک انعام نہ ہو، پہلے گھر جاکر اپنے بیٹے اور غلام کو مختصراً سمجھا دیا کہ میری تلوار اور نیزہ وغیرہ اس طریقہ سے مجھے پہنچا دیں کہ کسی کو معلوم نہ ہوسکے۔ چنانچہ وہ ہتھیار مجھ تک لے آئے۔ اپنے علاقہ سے ذرا دور نکل کر میں نے بیٹے اور غلام سے تلوار اور نیزہ لے لیا اور ان کو یہ تاکید کرکے واپس رخصت کر دیا کہ کسی کو یہ معلوم نہ ہو کہ میں کس کی تلاش میں نکلا ہوں۔ اس کے بعد میں نے حضور کی تلاش میں گھوڑا تیزی سے دوڑایا، کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ فاصلہ پر دو آدمی اونٹوں پر سوار ہیں، قریب ہونے پر معلوم ہوا کہ ایک نبی صلعم اور دوسرے حضرت ابوبکر ہیں۔

اتنے میں ابوبکر کو یہ محسوس ہوا کہ میں ان کا پیچھا کر رہا ہوں اور حضور شان بے نیازی سے آگے کی طرف روانہ تھے۔ جب میں ان کی گرفتاری کے لئے ان کے بالکل قریب ہوا تو اچانک زمین پھٹ گئی اسی طرح جیسے قارون کیلئے پھٹ گئی تھی۔ اور میرا گھوڑا خشک زمین میں دھنس گیا۔ میں اپنے اور گھوڑے کی اس خطرناک حالت کو دیکھ کر حیران ہوا اور گھبرا کر میں نے حضور کو آواز دی کہ مجھے معاف فرمادیں اور میرے بچنے کے لئے دعا فرمادیں۔

حضور صلعم تو رحمۃ للعالمین ہیں جیسا کہ ارشاد باری ہے : وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین۔ حضور صلعم نے دعا کی کہ خدایا اسکو غرق ہونے سے بچا، گھوڑا فوراً زمین سے باہر نکلا۔ محترم بھائیو! آپ نے دیکھا کہ سارے کفار حضورؐ کو شہید کرنا چاہتے ہیں اور سراقہ اس منزل کے بالکل قریب پہنچ چکا ہے۔ مگر ایسے نازک موقع پر خدا نے پھر بھی حفاظت کی۔ سراقہ کہتا ہے کہ کچھ دیر تو میں پریشان رہا، پھر جلدی پریشانی زائل ہوکر مجھے انعام کی حرص میں خیال آیا کہ یہ دھنسنا اتفاقاً ہوا ہوگا۔ ایک بار پھر حضورؐ کی گرفتاری کی کوشش کرنی چاہئے، چنانچہ پھر ان دونوں کے پیچھے اپنے گھوڑے کو دوڑایا۔ دوسری بار بھی جب ان کے قریب پہنچا تو گھوڑا پہلے سے بھی زیادہ زمین میں دھنس گیا، پھر پہلے کی طرح غرق ہونے کے خوف سے توبہ

کی اور حضورؐ سے معافی کی التجاء اور غرق ہونے سے بچانے کے لیئے دعا کی درخواست کی۔ حضورؐ نے دعا فرمائی اور گھوڑا پھر زمین سے نکل آیا۔ تیسری بار پھر اس واقعہ کو اتفاقی سمجھ کر انعام حاصل کرنے کے اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھانے کے لیئے گھوڑا ان کے تعاقب میں دوڑایا۔ مگر جب ان کو گرفتار کرنے کی منزل قریب ہوئی تو اس مرتبہ اس سے بھی زیادہ گھوڑا زمین میں غرق ہوا۔ اب میں سمجھا کہ یہ سب کچھ محض اتفاق نہیں۔ اب صدق دل سے توبہ کی حضورؐ سے معاف کرنے کی درخواست کی اور ساتھ یہ بھی عرض کیا کہ حضورؐ مجھے بچادیں، اب آپ کی حفاظت اور چوکیداری میرے ذمہ ہے۔ حضورؐ کی دعا سے گھوڑا زمین سے نکل آیا اور میں نے بھی دل میں آئندہ ایسی مذموم حرکت نہ کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا اور ہاتھ جوڑ کر حضورؐ سے امن کی درخواست کی۔ حضورؐ نے ابوبکر کو فرمایا کہ سراقہ کو امن کا پیغام لکھ کر دیدیں ساتھ ہی حضورؐ نے سراقہ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے سراقہ تو ایسی مذموم حرکت کر رہا ہے۔ حالانکہ میں تمہارے سر پر کسریٰ بادشاہ کا تاج دیکھ رہا ہوں۔ میں نے حیرت سے پوچھا کون سا کسریٰ؟ کیا شاہ ایران؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں اسی شاہ ایران کا تاج۔ حیرت کی وجہ یہ تھی کہ کسریٰ اس دور کے سب سربراہان سے بلند تھا۔

بہرحال قدرت کی حفاظت کو دیکھیئے کہ مکہ سے مدینہ جانے والے ہر راستہ کی طرح اس راستہ پر بھی سینکڑوں کفار حضورؐ کی تلاش میں پھیلے ہوتے ہیں مگر جو بھی ادھر آتا ہے سراقہ اس کو دیکھتے ہی واپس کردیتا ہے۔ اور کہہ دیتا ہے کہ کیا میں حضورؐ کی گرفتاری کے لیئے کم ہوں۔

اب حضورؐ نہایت سکون و اطمینان سے مدینہ روانہ ہوتے ہیں اور یہ راستہ دشمن سے بالکل صاف اور خالی ہے اور اسکی حفاظت کرنے والا اس وقت کے کفار کا بہت بڑا سردار سراقہ بن مالک ہے۔

حضرت عمرؓ کے دور میں ایران فتح ہوا تو کسریٰ کا وہ بیش قیمت تاج جس کے بارہ میں حضورؐ نے سراقہ کو پیش گوئی کی تھی بمعہ ساری دولت و تخت کے مسلمانوں کے قبضہ میں آکر مدینہ لایا گیا۔ جب کفار کے یہ خزائن مدینہ پہنچے تو مسلمان اس دولت کو دیکھ کر اس مال کی بے ثباتی پر ہنس رہے تھے کہ اس بیش قیمت مال و متاع نے اُن کو کیا فائدہ پہنچایا۔ مسلمان کسریٰ کے تاج کو حقارت سے ٹھوکریں مار رہے تھے اس موقع پر سراقہ بھی جو کافی عرصہ سے مسلمان ہوچکے تھے، بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اسکو بلاکر فرمایا کہ مجھے حضورؐ کی ہجرت مدینہ کی وہ بات یاد آرہی ہے کہ اے سراقہ میں تیرے سر پر کسریٰ کا تاج دیکھ رہا ہوں اس لیئے اب آکر یہ تاج پہن لے۔ اور اس طرح حضورؐ کی پیشگی خوشخبری پوری ہوگئی۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ اس وقت مسلمان کم اور کفار زیادہ اور طاقتور تھے مگر مسلمان دین پر مکمل طور عمل پیرا تھے تو خدا نے دین و مسلمان دونوں کی حفاظت فرمائی۔ اس لیئے اگر ہم بھی دین پر عمل کریں

اورکم ازکم رمضان المبارک کے بابرکت اور پرانوار مہینہ میں جوکہ ایک دو روز میں آنے والا ہے ۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں نیکیوں کا اجر کئی گنا بڑھ جاتا ہے ۔ تو انشاء اللہ رب العزت ہم گنہگاروں کو بھی اپنی اعانت سے نوازیں گے ۔

رب العزت گلہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ اے لوگو اگر حضورؐ کے دین کا اتباع کروگے تو تم بھی کامیاب ہوگے ۔ ان تنصروا اللہ ینصرکم ۔ اور اگر اس میں سستی کی تو یاد رکھو دین ختم نہ ہوگا ۔ بلکہ اسکی حفاظت کیلئے غیر مسلم پیدا ہو جائیگا ۔

جنگ خیبر میں ایک آدمی کے ہاتھ میں تلوار تھی اور جس یہودی کو دیکھتا قتل کر دیتا ۔ دن کی لڑائی کے بعد رات کو صحابہؓ حضورؐ کے ساتھ بیٹھ کر اور یہ گفتگو کے دوران پوچھنے لگے کہ کون زیادہ بہادری اور جرأت سے لڑا ۔ کئی صحابہؓ نے اس آدمی کا نام لیا کہ اس نے آج بہت سے یہودیوں کو قتل کرکے خوب بہادری سے جنگ کی ہے ۔ مگر حضورؐ نے اس آدمی کے بارہ میں فرمایا کہ وہ تو دوزخی ہے ۔ صحابہؓ حیران ہوئے کہ اتنے بے جگری سے جنگ کرنے والا کیسے جہنمی ہے تو ایک صحابی بطور مخبر اس آدمی کے پیچھے لگا تو اس نے دیکھا کہ وہ آدمی ایک مقام پر جنگ میں زخمی ہوا جس کے بعد اس نے اپنا نیزہ زمین پر گاڑھ کر اپنا سارا زور اس پر صرف کیا جس سے وہ ہلاک ہوگیا ۔ اس صحابیؓ نے جب یہ دیکھا کہ اس نے خودکشی کی ہے اور خودکشی کی سزا جہنم ہے تو حضورؐ کی خدمت میں دوڑ کر آئے اور کہا اشھد ان لا الہ الا ۔ الخ کہ آپ نے رات کو جس آدمی کے بارہ میں فرمایا تھا کہ وہ جہنمی ہے ، تو واقعی اس کا انجام جہنمیوں والا ہوا ۔

پہلے تو حضورؐ کے فرمانے پر سارے صحابہؓ حیران تھے ، مگر اب سب کو یقین آگیا ۔ بعد میں جب معلوم ہوا تو وہ آدمی جہاد کی غرض سے جنگ خیبر میں شامل نہ تھا بلکہ عورتوں کے طعنوں کی وجہ سے جنگ میں شریک ہو کر یہود کو قتل کر رہا تھا ۔

کبھی رب العزت اس دین کی حفاظت ایک فاجر کے ہاتھ سے بھی کر دیتا ہے ۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے

ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر ۔

ہمیں بھی چاہیئے کہ دین پر عمل کرنے کے مواقع اپنے ہاتھ سے ضائع نہ ہونے دیں ۔ تو انشاء اللہ رب العزت ہماری بھی حفاظت فرمائیں گے ۔

≡

از جناب مولانا وحید الدین خان

# ختمِ نبوّت

## ایک علمی و تاریخی جائزہ

بعثت کے ابتدائی زمانہ کا ذکر ہے۔ کسی عرب قبیلہ کا ایک شخص کعبہ کی زیارت کے لئے مکہ آیا۔ وہ جب واپس گیا تو اس کے قبیلہ والوں نے پوچھا مکہ کی کوئی خبر بتاؤ۔ اس نے جواب دیا۔

محمد تنبّأ وتبعه ابن ابی قحافة

محمدؐ نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور ابو قحافہ کا لڑکا ان کا ساتھ دے رہا ہے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۶۱۰ء میں جب آپ نے نبوت کا اعلان فرمایا۔ تو اس وقت لوگوں کے ذہن میں آپ کی تصویر کیا تھی۔ آپ کے مخالفین اس زمانہ میں آپ کو ابن ابی کبشہ کہتے تھے جس کا مطلب ہوتا تھا فلاں دیہاتی کا بچہ کا۔ کوئی زیادہ شریف زبان بولنا چاہتا تو کہتا فتی من قریش یعنی قبیلہ قریش کا ایک جوان۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حال اپنے زمانہ میں تھا۔ مگر صدیاں گزرنے کے بعد اب صورت حال بالکل مختلف ہے۔ کیونکہ اب آپ کی نبوت کوئی نزاعی مسئلہ نہیں۔ اب وہ ایک تسلیم شدہ واقعہ (ESTABLISHED FACTS) کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ آج جب ایک شخص کہتا ہے "محمد رسول اللہ" تو اس کے ذہن میں ایک ایسے پیغمبر کا تصور ہوتا ہے جس کے گرد ایک عظیم الشان تاریخ بن چکی ہے جس کی پشت پر ڈیڑھ ہزار برس کی تصدیقی عظمتیں قائم ہیں۔ اگر ایسا ہو کہ یہ تاریخ مکمل طور پر آپ سے الگ کر دی جائے اور نبی عربی دوبارہ "ابن ابی کبشہ" کی صورت میں ظاہر ہوں تو اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ آپ پر ایمان لانے والوں کی تعداد جو آج کروڑوں میں گنی جاتی ہے، صرف درجنوں تک محدود ہو کر رہ جائے گی۔

"ابن ابی کبشہ" کے حلیہ میں رسول خدا کو پہچان لینا انتہائی مشکل کام ہے۔ جب کہ یہی کام اس وقت انتہائی آسان ہو جاتا ہے۔ جب رسول ایک مسلمہ تاریخی حیثیت یا قرآن کے لفظوں میں مقام محمود (اسراء - ۷۹) کا درجہ حاصل کر چکا ہو۔

پچھلے ادوار میں نبیوں کے ہم زمانہ لوگوں کے لئے نبی کا انکار کرنے کی سب سے بڑی نفسیاتی وجہ یہی تھی۔

"یہ تو وہی معمولی شخص ہے جس کو اب تک فلاں بن فلاں کے نام سے جانتے تھے وہ اچانک خدا کا پیغمبر کیسے ہو گیا"

جب بھی کوئی نبی اٹھتا، یہ خیال ایک قسم کا شک اور تردد بن کر ان کے اوپر چھا جاتا، اور نبی کی پیغمبرانہ حیثیت کو پہچاننے کے معاملہ کو اس کے معاصرین کے لئے مشکل بنا دیا۔

یہ صورت حال، خاتم النبیین کے ظہور سے پہلے، انسانیت کو مسلسل ایک کڑی آزمائش میں مبتلا کئے ہوئے تھی۔ ہر بار ان کے اندر سے ایک نیا شخص خدا کے رسول کی حیثیت سے اٹھتا۔ مخاطب قوم کی اکثریت، مذکورہ نفسیاتی رکاوٹ کی وجہ سے اپنے ہم عصر نبی کے بارے میں شک و تردد میں پڑ کر انکار کر دیتی اور بالآخر سنت اللہ کے مطابق ہلاک کر دی جاتی۔

اب اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ وہ ایک ایسا نبی بھیجے جو ساری دنیا کے لئے رحمت کا دروازہ کھول دے اس کی ذات پچھلے پیغمبروں کی طرح لوگوں کو اس آزمائش میں نہ ڈالے کہ "معلوم نہیں یہ پیغمبر ہے یا شخصی حوصلہ مندی نے اس کو اس قسم کے دعوے پر آمادہ کر دیا ہے"۔ اس کی نبوت ہر دور کے لوگوں کے لئے ایک مسلّمہ واقعہ کی حیثیت رکھتی ہو۔ لوگ کسی نفسیاتی پیچیدگی میں مبتلا ہوئے بغیر اس کی "محمودیت" کی وجہ سے اس کو پہچان لیں اور اس پر ایمان لا کر خدا کی رحمتوں میں حصہ دار بنیں۔

متعدد روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے افراد تمام دوسرے انبیاء کی امتوں سے زیادہ ہوں گے۔ اس کا تعلق بھی اسی مسئلہ سے ہے۔ آپ کے بعد چونکہ کوئی نبی آنے والا نہیں اس لئے آپ کی امت میں آپ کے بعد دوبارہ کفر و اسلام کا مسئلہ کھڑا ہونے والا نہیں ہے۔ آپ کی امت بدستور بڑھتی رہے گی۔ یہاں تک کہ قیامت آ جائے گی۔

اس معاملہ کو بنی اسرائیل کی مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔ حضرت مسیح کے زمانہ میں جو یہود تھے وہ سب خدا کی شریعت پر ایمان رکھتے تھے۔ مگر ابن مریم کی صورت میں جب ان کے اندر ایک نیا نبی اٹھا تو اس کو ماننا یہود کے لئے ممکن نہ ہو سکا۔ حضرت موسیٰؑ کو وہ اب بھی مانتے تھے۔ مگر اپنے ہم عصر نبی کا انکار کر رہے تھے۔ اس کی وجہ سے ایک درجن مومنین مسیح کو چھوڑ کر سارے کے سارے یہودی کافر پا گئے۔ حضرت مسیح کے چھ سو برس بعد جب نبی عربی کی بعثت ہوئی تو مسلمانوں کی اس نئی جماعت (عیسائیوں) کی تعداد بہت بڑھ چکی تھی۔ مگر دوبارہ وہی ہوا کہ "اسماعیلی نبی" کو ماننے کے لئے وہ اپنے کو آمادہ نہ کر سکے۔ وہ تاریخی نبی (حضرت مسیح) پر بدستور ایمان رکھتے تھے۔ مگر اپنے ہم عصر نبی (حضرت محمدؐ) کے منکر تھے۔ اس کی وجہ سے دوبارہ ایسا ہوا کہ نبوت محمدی پر ایمان لانے والے چند عیسائیوں کو چھوڑ کر پوری عیسائی قوم کو کافر قرار دیا گیا۔

ختم نبوت کی وجہ سے امت محمدی میں اس قسم کی صورتحال کم از کم موجودہ دنیا میں دوبارہ ہونے والی نہیں۔ اس لئے آپ کے امتیوں کی تعداد بھی دوسرے انبیاء کے پیرووں سے زیادہ رہے گی — یہ بھی ایک پہلو ہے آپ کے

امتیوں کی تعداد بھی دوسرے انبیاء کے پیروؤں سے زیادہ رہے گی۔

یہ بھی ایک پہلو ہے آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کا۔ جو اس لئے حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقام محمود پر کھڑا کیا۔ مقام محمود دنیوی اعتبار سے یہ ہے کہ آپ کی نبوت کو ساری دنیا کے لئے ایک تاریخی مسلمہ بنا دیا گیا۔ یہی تعریفی حیثیت قیامت کے دن خصوصی خداوندی اعزاز کی صورت میں ظاہر ہوگی۔ جو اولین و آخرین میں آپ کے سوا کسی کو حاصل نہ ہوگی۔

مگر کسی نبی کو مقام محمود پر کھڑا کرنا سادہ طور پر محض نامزدگی کا معاملہ نہ تھا۔ یہ ایک نئی تاریخ کو ظہور میں لانے کا معاملہ تھا اس کے لئے ایک طرف ایسی معیاری شخصیت درکار تھی جیسی کوئی دوسری شخصیت بنی آدم میں پیدا نہ ہوئی ہو۔ دوسری طرف ایسی قربانی اور حوالگی درکار تھی جیسی قربانی و حوالگی کا ثبوت کسی دوسرے انسان نے نہ دیا ہو۔ یہی وہ نازک لمحہ تھا جب کہ خدا نے اپنے ایک نیک بندے کو پکار کر کہا:۔

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنذِرْ ...... وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ اور کمبل میں لپٹی ہوئی اس عظیم روح نے لبیک کہہ کر اپنے آپ کو ہمہ تن خدائی منصوبہ کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد طویل عمل کے نتیجہ میں بالآخر وہ نبوت ظہور میں آئی جو سارے عالم کے لئے رحمت بن گئی۔ جس نے انسانی تاریخ میں بار بار نئے نبیوں کی آمد کے آزمائشی دور کو ختم کیا اور ایک مسلمہ نبوت کے دور کا آغاز کر کے لوگوں کے لئے خدا کی جنتوں میں فوج در فوج داخل ہونے کا دروازہ کھول دیا۔

نبوت کو تاریخی مسلمہ بنانے کا دوسرا مطلب یہ تھا کہ آئندہ کے لئے نبیوں کی آمد کا سلسلہ بند ہو جائے۔ مگر یہ محض اعلان کا معاملہ نہ تھا۔ ختم نبوت سے پہلے ضروری تھا کہ چند شرائط لازمی طور پر پوری ہو چکی ہوں۔

۱۔ زندگی کے تمام معاملات کے لئے احکام خداوندی کا نزول۔ وھو الذی انزل الیکم الکتاب مفصلا۔

۲۔ کردار کے لئے ایک کامل نمونہ سامنے آجانا۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔

۳۔ وحی الٰہی کی دائمی حفاظت کا انتظام۔ نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون

اللہ تعالیٰ اپنے ایک فیصلے کے ذریعہ ان تینوں شرائط کی تکمیل کا انتظام فرما دیا۔

پچھلے نبیوں کے لئے اللہ کی سنت یہ رہی ہے کہ ہر نبی کو کچھ آیات (معجزے) دیئے جاتے تھے۔ نبی اپنی مخاطب قوم میں تبلیغ و دعوت کا فریضہ آخری حد تک ادا کرتا۔ وہ غیر معمولی نشانیوں کے ذریعہ اپنے نمائندہ الٰہی ہونے کا ثبوت پیش کرتا۔ اس کے باوجود جب لوگ ایمان نہ لاتے تو نبی کا کام ختم ہو جاتا۔ اب اللہ تعالیٰ کے فرشتے متحرک ہوتے اور زمینی یا آسمانی عذاب کے ذریعہ اس قوم کو ہلاک کر دیتے۔

نبی آخر الزمان کے لئے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہوا کہ آپ کی مخاطب قوم کے لئے اس قسم کا عذاب نہیں آئے۔ بلکہ خود نبی اور آپ کے اصحاب کو ان سے ٹکرا کر انہیں مجبور کیا جائے گا کہ وہ دین خداوندی کو قبول کریں۔ تقاضا

المسلمون - اس کے باوجود ان میں سے جو لوگ اطاعت نہ کریں وہ اہل ایمان کی تلواروں سے قتل کئے جائیں (قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم) دوسرے لفظوں میں یہ کہ اس سے پہلے جو کام فرشتے کرتے تھے، اس کو انسانوں کے ذریعہ انجام دیا جائے۔

اسی فیصلہ الٰہی کا نتیجہ تھا کہ ہجرت اور اتمام حجت کے بعد، دیگر انبیاء کی قوموں کے برعکس، اہل عرب پر کوئی جوالا مکھی پہاڑ نہیں پھٹا۔ اور نہ آسمان سے آگ برسی۔ بلکہ رسول اور اصحاب رسول کو ان کے ساتھ ٹکرا دیا گیا۔ اس فوجی تصادم میں اللہ کی خصوصی نصرت کے ذریعہ رسول اور آپ کے اصحاب کو فتح حاصل ہوئی۔ خدا کا دین ایک باقاعدہ اسٹیٹ کی شکل میں جزیرہ نمائے عرب پر قائم ہو گیا۔

اس واقعہ کے مختلف نتائج میں سے ایک نتیجہ یہ تھا کہ دعوت نبوت کو انفرادی تقاضوں سے لے کر اجتماعی معاملات تک زندگی کے تمام مراحل سے گزرنا پڑا اور انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کے لئے مسلسل احکام اترتے رہے۔ اگر یہ واقعات پیش نہ آتے تو اسلامی شریعت میں ہر قسم کے احکام نہیں اتر سکتے تھے۔ کیونکہ اللہ کی یہ سنت ہے کہ وہ حالات کے لحاظ سے اپنے احکام بھیجتا ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ کتابی مجموعہ کی شکل میں بیک وقت سارے احکام لکھ کر نبی کو دے دیئے جائیں۔ فرشتوں کے ذریعہ منکرین عرب کا استیصال کرنے کے بجائے اہل ایمان کی تلوار کے ذریعہ ان کو زیر کرنے کے فیصلے نے شریعت کی تکمیل کے اسباب پیدا کر دیئے۔

پھر اسی کی وجہ سے یہ امکان پیدا ہوا کہ پیغمبر کا سابقہ زندگی کی تمام صورتوں سے پیش آئے۔ اور ہر قسم کی سرگرمیوں میں وہ اسلامی کردار کا عملی نمونہ دکھا سکے۔ اس کے بعد خود حالات کے ارتقاء کے تحت ایسا ہوا کہ نبی کو مسجد اور مکان سے لے کر میدان جنگ اور تخت حکومت تک ہر جگہ کھڑا ہونا پڑا۔ اور ہر جگہ اس نے معیاری انسانی کردار کا مظاہرہ کر کے قیامت تک کے لوگوں کے لئے نمونہ قائم کر دیا۔

پھر اسی واقعہ نے قرآن کی حفاظت کی صورتیں بھی پیدا کیں۔ پچھلی آسمانی کتابیں جو محفوظ نہ رہ سکیں اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی کے بعد ان کتابوں کی پشت پر کوئی ایسی طاقت نہ رہی جو بزور ان کو ضائع ہونے سے بچاتی۔ پیغمبر اسلام اور آپ کے اصحاب نے اپنی ہم عصر قوموں سے مقابلہ کر کے اولاً عرب اور اس کے بعد قدیم دنیا کے بڑے حصہ پر اسلام کا غلبہ قائم کر دیا۔ اس طرح کتاب الٰہی کو حکومتی اقتدار کا سایہ حاصل ہو گیا جو خدا کی کتاب کو محفوظ رکھنے کی یقینی ضمانت تھا یہ انتظام اتنا طاقت ور تھا کہ ایک ہزار برس تک اس میں کوئی فرق نہ آسکا۔ اسلامی اقتدار کے زیر سایہ قرآن ایک نسل سے دوسری نسل تک پہنچتا رہا۔ یہاں تک کہ صنعتی انقلاب ہوا اور پریس کا دور آگیا جس کے بعد قرآن کے ضائع ہونے کا کوئی سوال نہیں۔

یہ سب جو ہوا، اس طرح ٹھنڈے ٹھنڈے نہیں ہو گیا جیسے آج ہم اس کو سیرت و تاریخ کی کتابوں میں پڑھ لیتے ہیں اس کے لئے نبی اور آپ کے ساتھیوں کو ناقابل برداشت طوفان سے گزرنا پڑا۔ کفار کے مطالبہ اور نبی کی خواہش کے باوجود

ان کو فوق الفطری معجزے نہیں دیئے گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں اپنے اخلاق و کردار کو معجزاتی واقعات کا بدل بنانا پڑا۔ ان کے مکذبین کے لئے کوئی ارضی و سماوی عذاب نہیں آیا۔ اس طرح انہیں وہ کام کرنا پڑا جس کے لئے پہلے بھونچال آتے تھے۔ اور آتش فشاں پھٹتے تھے۔ ختم نبوت کے فیصلہ کے باوجود کتاب الٰہی کو یک بارگی ان کے حوالے نہیں کیا گیا اس لئے ان کے واسطے ضروری ہو گیا کہ وہ زندگی کے وسیع سمندروں میں کودیں اور ہر قسم کی چٹانوں سے ٹکرائیں تاکہ تمام معاملات زندگی کے بارے میں ان پر احکام الٰہی کا نزول ہو سکے۔ وغیرہ وغیرہ

اس پورے عمل کے دوران نبیؐ اور آپ کے اصحاب امتحان کے اس انتہائی کڑے معیار پر تھے جس کو قرآن میں زلزال شدید (احزاب - ۱۱) کہا گیا ہے۔ نبیؐ کو سخت ترین حکم تھا کہ ظالموں کی طرف ادنیٰ جھکاؤ بھی مت دکھاؤ۔ (اسراء) ورنہ تم کو دگنی سزا دی جائے گی۔ حالات خواہ کتنے ہی شدید ہوں۔ آپ کے ساتھیوں کے لئے کسی بھی حال میں تخلف (توبہ - ۱۱۹) کی اجازت نہ تھی۔

آپ کی ازواج اگر دو وقت کی روٹی کا بھی مطالبہ کریں تو ان کے لئے یہ صاف جواب تھا کہ :-

"پیغمبر کی صحبت اور دنیا میں سے کسی ایک چیز کا انتخاب کر لو" (احزاب ۲۸)

حقیقت یہ ہے کہ نبوت محمودی کو برونے کار لانا انسانی تاریخ کا مشکل ترین منصوبہ تھا اور یہ سب کچھ انتہائی قیامت خیز سطح پر ہوا کہ خود رسولؐ کی زبان سے نکلا کہ "اس راہ میں مجھے اتنا ستایا گیا کہ کسی دوسرے نبی کو نہیں ستایا گیا" آپ کی رفیقہ حیات نے شہادت دی کہ لوگوں نے آپ کو روند ڈالا تھا ... حطمہ الناس) خاتم النبیین اور آپ کے ساتھیوں نے دنیا کا آرام تو درکنار زندگی کی ناگزیر ضرورتوں سے بھی اپنے کو محروم کر لیا۔ اس کے بعد ہی یہ ممکن ہو سکا کہ تاریخ میں اس نبوت کا دور شروع ہو جس کو رحمۃ للعالمین کہا گیا ہے۔

نبیؐ عربی کا آپ کے بعد آنے والی نسلوں پر یہی وہ احسان عظیم ہے جس کی وجہ سے دائمی طور پر آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے "تاریخ کے اس مشکل ترین مشن میں چونکہ آپ کے اہل خاندان نے آپ کے ساتھ مکمل تعاون کیا۔ اور آپ کے اصحاب اس صبر آزما جد و جہد میں پوری طرح صادق القول اور صابر العمل ثابت ہوئے۔ اس لئے رسولؐ کے ساتھ آپ کے آل اور آپ کے اصحاب کے لئے بھی رحمت اور سلام بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جب کوئی شخص کسی کے اوپر احسان کرے تو انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ اس پر شکر کا اظہار کیا جائے۔ درود اور سلام اسی قسم کے ایک عظیم ترین احسان کا دعا کی شکل میں اعتراف ہے۔ حدیث میں ہے :-

اَلْبَخِیْلُ مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ (نسائی۔ ترمذی)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمْ

# ساورنٹی
# SOVEREIGNTY
# یا
# اقتدارِ اعلیٰ کا تصوّر اور مفہوم

## ـــــ مغربی اور اسلامی ـــــ

جناب محمد شفیق ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی
اسلامیہ کالج۔پشاور یونیورسٹی

نحمدہٗ ونستعینہٗ ونصلی علیٰ رسولہِ الکریم

جب سے پاکستان بنا ہے لفظ ساورنٹی اور اس کے معنیٰ اور مفہوم پر آئینی نقطۂ نظر سے بحث ہوتی رہی ہے۔ اس مضمون کے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ ساورنٹی کے سلسلے میں دونوں نظریات یعنی مغربی اور اسلامی کا الگ الگ تصوّر پیش کیا جائے۔ تاکہ دونوں نظریات کا تصوّر واضح رہے اور الجھنے نہ پائے اور یہ کہ اگر ہو سکے تو مستقبل کے آئین سازی میں کوئی کام آئے۔

مغربی محققین کی رائے میں "ساورنٹی" کی اصطلاح فرانسیسی زبان کے ایک لفظ سویرین SOUVERAIN سے ماخوذ ہے۔ جس کے اردو میں معنیٰ بلند ترین اور اعلیٰ ترین کے ہو سکتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ فرانسیسی زبان کا یہ لفظ قرونِ وسطیٰ کے ایک لاطینی لفظ "سپرانوس" SUPRANUS سے ماخوذ کیا گیا ہے۔ جو کہ ایک اسم صفت "سپر" (SUPER) سے بنایا گیا ہے۔[1]

بہرکیف ساورنٹی کے ان لغوی معنوں کے علاوہ جہاں تک اس کے اصطلاحی معنیٰ کا تعلق ہے، مغرب کے سیاسی مفکرین اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ اصطلاح یورپ کے جاگیرداروں، سرمایہ داروں، اور خوانین کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ جوں جوں زمانہ گزرتا گیا آہستہ آہستہ ساورنٹی اور اسکی صفات کا ارتقاء ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ اس لفظ نے وہ صورت اختیار کر لی جو اس وقت کے مغربی تاریخ میں پائی جاتی ہے یعنی کہ ایک مطلق وغیر مقید، مکمل وغیر محدود اور اعلیٰ وارفع طاقت واختیار کو کہا جاتا ہے۔

---

1. WEBSTER'S NEW WORD DICTIONARY OF THE AMERICAN LANGUAGE. NEW YORK, 1960 PAGE. 1395.

**مغربی تاریخ کا مختصر جائزہ** یہ شک سے بالاتر ہے کہ عیسائیت نے مغرب کے سیاسی ورثہ بنانے میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے ، کہتے ہیں کہ عیسائیت کا مؤثر پرچار سینٹ پال کے زمانے سے شروع ہوا۔ سینٹ پال اوّل میں ایک کٹر یہودی تھا اور عیسائیت کا سخت ترین مخالف تھا۔ ایک دفعہ دمشق جاتے ہوئے راستے میں عیسائیت کو قبول کرلیا اور دعویٰ کیا کہ ان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہوا ہے اور یہ کہ حضرت عیسیٰ نے انہیں عیسائیت کی دعوت و تبلیغ کی ذمہ داری سپرد کردی ہے۔ اس کے بعد سینٹ پال نے عیسائیت کا پرچار شروع کردیا۔ اور اس کا نتیجہ سمجھیئے کہ عیسائیت بیت المقدس سے نکل کر ایک عالمی مذہب بن گئی۔ خود دوسرے عیسائی پادری سینٹ پال کے اس دعوت و تبلیغ کے مخالف تھے اور ان کی کوشش تھی کہ وہ اس حرکت سے باز آجائیں اور بیت المقدس کی حدود سے باہر کام نہ کریں۔ اس وجہ سے سینٹ پال اور اس کے پیروکاروں پر سخت مظالم ڈھائے گئے مگر وہ اپنے مشن سے باز نہ آئے[۳]۔ یہ انہی کی تبلیغ کا اثر تھا کہ ۳۲۷ - ۳۲۴ عیسوی کے دوران قسطنطین اوّل نے عیسائی مذہب قبول کرلیا اور ساتھ ہی ساتھ عیسائیت کو بھی سلطنت روم کا سرکاری مذہب بنا دیا۔[۳]

جب مغربی سیاست کا مطالعہ عیسائیت کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔ تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مغرب میں عیسائی مذہب اور سیاست کیوں جدا طور پر ترقی پذیر ہوئی اور یہ کہ مذہبی اور سیاسی دونوں اختیارات پوپ کی شخصیت میں کیوں جمع اور متحد نہ ہوئے ؟ اس سوال کے کئی جواب ممکن ہوسکتے ہیں۔ اوّلاً یہ کہ روم یا رومیوں کی وراثت میں ایک مضبوط مدنی حکومت کا تصور روایتی انداز میں پہلے سے موجود تھا۔ جو کہ احوال موجود یعنی سٹیٹس کو ( STATUSQUO ) کو بدلنے کی ہر کوشش کی سختی سے مزاحمت کرتی تھی۔ ثانیاً یہ کہ چرچ کی حکومت ہمیشہ کے لئے گریگرے اعظم جیسے مدبر اور منظم طریقوں کے ہاتھ میں نہ رہی۔ بہت سے پوپ ایسے تھے جو کہ یورپ کے سیاسی معاملات کو اپنی کمزوریوں کے باعث قابو نہ رکھ سکتے تھے۔ ثالثاً یہ کہ عیسائیت کی اصلی روح باقی نہ رہی۔ عیسائی چرچ نے عیسائیت کے مذہبی پہلو کو بہ نسبت دنیاوی پہلو کے زیادہ توجہ دی اور اس طرح کوئی قابل ذکر طرز حکومت کا تصور پیش نہ کیا۔[۴]

---

[۲] اس سلسلے میں ملاحظہ ہو سینٹ پال کے خطوط رومن اور گلیشنز کو۔

3. ELLIOT AND MCDONALD, WESTERN POLITICAL HERITAGE NEWYORK, 1949 P.289

4. WESTERN POLITICAL HERITAGE. P. 290-291

عیسائی لٹریچر اس بات پہ گواہ ہے۔ کہ آہستہ آہستہ عیسائی مذہب نے چرچ کو روئے زمین پہ حضرت عیسیٰؑ کی حکومت کا نشان اور مظہر قرار دیا۔ اور پوپ کو چرچ کے سارے اختیارات سونپے گئے یہ اختیارات پوپ کو لوگوں کیطرف سے نہیں ملے تھے۔ بلکہ خود بقول ان کے حضرت عیسیٰؑ کیطرف سے تھے۔ چونکہ اکثر پوپ سیاسی لحاظ سے کمزور اور ناواقف ثابت ہوتے، لہذا ایک دوسرا عقیدہ یعنی دو تلواروں (TWO-SWORDS) کا نمودار ہوا جس کا مطلب یہ تھا کہ پوپ کو سیاسی اور مذہبی دونوں اختیارات حاصل ہیں مگر وہ خود اپنی مرضی سے "مذہبی اختیارات" تو اپنے پاس رکھتا ہے مگر دوسرا "سیاسی اختیار" دنیاوی بادشاہوں کے سپرد کرتا ہے۔[5] اس نظریے کا نتیجہ یہ نکلا کہ حکمرانوں کو سیاسی اختیار پوپ کیطرف سے ملتا تھا اور ان کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ اپنا سیاسی اختیار پوپ کی مرضی اور منشا کے مطابق استعمال کریں اس طریقے سے پوپ کو بھی یہ اختیار تھا کہ وہ سیاسی معاملات میں جب بھی چاہتا مداخلت کر سکتا تھا۔

بالآخر یہی نظریۂ پوپ اور وقت کے حکمرانوں کے درمیان تنازعہ اور کشمکش کا مبدا بن گیا۔ بادشاہ شارلمین کی وفات کے بعد یہ اختلافات شدت اختیار کر گئے۔ پوپ یہ چاہتا تھا کہ بادشاہ تمام اہم امور مملکت میں ان سے مشورہ لیں اور بادشاہ اس کا مخالف تھا وہ سیاسی امور میں پوپ کی مداخلت برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

یورپ کی تاریخ میں پوپ اور حکمران ٹولے کے درمیان یہی مقابلہ اور کشمکش درحقیقت طویل و تلخ تنازعات کی ایک لمبی داستان ہے۔ جو قرون وسطیٰ کے اوائل میں یورپی دنیا کے ایام پہ چھائے رہے۔ آہستہ آہستہ پوپ اور ان کے درمیان سیاسی اقتدار کے لئے اس کشمکش اور ہاتھ پائی نے رومی سلطنت کے زوال کی صورت اختیار کی اور نیشنل کنگڈم یعنی مقامی اور قومی سلطان نمودار ہوئے۔ مرکزی حکومت کمزور ہوتی گئی اور مقامی سلطان طاقتور اور مطلق العنان ہو گئے۔ چرچ اور حکومت کے درمیان اختلافات شدید تر ہوتے گئے، یہاں تک کہ چرچ کی بعض مذہبی عقائد اور سیاسی امور میں مداخلت کو علی الاعلان چیلنج کیا گیا۔ یہیں سے یورپ کی نشاۃ ثانیہ کا دور شروع ہوتا ہے۔[6]

یورپ کی نشاۃ ثانیہ (RENAISSANCE) وہ مشہور تحریک تھی جس کے ذریعے سیاسی معاملات میں مذہب کے عمل و دخل کو ماننے سے انکار کیا گیا، جیسا کہ میکیاولی کی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے

---

5. ALFROSS WHY DEMOCRACY HARWARD UNIVERSITY PRESS 1952 PAGE 13.

6. WESTERN POLITICAL HERITAGE, PAGE, 290-292.

چرچ اور سیاست کو جدا کرنے کا مطالبہ پیش کر دیا اور ساتھ ساتھ چرچ پر یورپی زوال کا الزام بھی لگا دیا۔

رینزانس ( RENAISSANCE ) کی تحریک کیساتھ "تحریک اصلاح عیسائیت" ( REFORMATION ) بھی شروع ہوئی۔ بلکہ مشہور رائے یہ ہے کہ رینزانس ( RENAISSANCE ) اور ریفارمیشن (REFORMATION) دونوں متوازی تحریکیں تھیں۔

ریفارمیشن کی تحریک کے ذریعے عیسائی مذہب کی اصلاح کا مطالبہ کیا گیا، اس تحریک کے ذریعے پوپ کی غیر مذہبی اور لادینی طریقۂ کار اور برتاؤ نیز اسکی طرز زندگی پر زبردست اعتراضات کئے گئے۔ پوپ کے اعلیٰ اختیارات کو ماننے سے انکار کیا گیا۔ اس طرح کیتھولک چرچ کی وحدت پر ہر طرف سے حملے ہوئے اور دوسری مذہبی تحریکوں کے لئے راہ ہموار کی گئی۔ پروٹسٹنٹ چرچ کی ابتدا اس دور سے ہوئی[7]

ان تحریکوں کا اثر یہ ہوا کہ چرچ اور اس کے طریقۂ کار سے عام نفرت پیدا ہوگئی، لوگ چرچ کی سیاسی معاملات میں مداخلت ماننے سے انکار کرنے لگے اور دوسری طرف قومی اور مقامی سلطانوں نے ان حالات سے خوب فائدہ اٹھالیا۔ اس طرح چرچ کے خلاف عام بغاوت شروع ہوئی۔ یورپ کے سیاسی مفکرین اس بات پر مجبور ہوئے کہ کوئی ایسا نظریہ پیش کردیں جس میں چرچ اور حکومت کے درمیان اس تنازعے کا حل پیش کر دیا جائے۔ غالباً بودین وہ پہلا سیاسی مفکر تھا جس نے اس وقت کے حالات کا مشاہدہ کرتے ہوئے یہ نظریہ پیش کیا کہ قومی سلطانوں کو مکمل اختیارات قانونی تحفظ کیساتھ سونپ دئے جائیں تاکہ وہ ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کر سکیں اور کامیابی کے ساتھ مذہبی تنازعات اور جھگڑوں کو نمٹا سکیں۔ بودین جو فرانسیسی مفکر تھا۔ فرانس کی بقاء و اصلاح اس میں سمجھی کہ وہاں کے مقامی حکمران کو اختیار اعلیٰ کا مالک بنا دیا جائے۔ پس بودین نے لفظ "ساورنٹی" یا اختیار اعلیٰ کی ایسی تعریف کی کہ جس میں مزاحمت کی کوئی گنجائش نہ رہی، یہ اختیار اعلیٰ مقامی حکمرانوں کو دیا گیا اور اس کی نظر میں حاکم اعلیٰ کا امتیازی نشان اس کا یہی حق تھا کہ وہ قانون کو رعایا کی رضا کے بغیر ان پر ٹھونس سکے[8]

جس دوران میں بودین چرچ اور ریاست کے مابین تنازعے کا مطالعہ فرانس میں کر رہا تھا۔ ایک انگریز مفکر تھامس ہابز نے انگلستان کے اندر ہونے والے مذہبی جھگڑوں میں دلچسپی لی۔ ۱۶۴۲ء میں جب جنرل کرامویل نے انگلستان کے مقامی حکمران چارلس اوّل کو شکست دی تو تھامس ہابز نے فرانس میں پناہ لی اور یہاں اپنی

---

7۔ SPITZ. THE RENAISSANCE AND REFORMATION MOVEMENT VOL. I ST. LEWIS, 1971 CHAPTERS 1-3

8۔ CRICK. "SOVEREIGNTY" INTERNATIONAL ENCYCLOPEDIA OF THE SOCIAL SCIENCES VOL. 15 PAGE, 79

دو مشہور کتابیں ڈی سیو ( DE - CIVE ) اور لوائیتھن ( LEVIATHAN ) لکھیں۔

لوائیتھن میں مقامی حکمرانوں کو قانونی تحفظ دینے کے لئے "معاشرتی معاہدہ" کا نظریہ پیش کر دیا، اس نظریئے کے تحت یہ کہا گیا کہ قدرتی حالات میں ہر فرد دوسرے فرد سے نبرد آزما جنگ اور کشمکش کی حالت میں ہوتا ہے۔ اس سے تنگ آ کر ہر فرد نے اپنی حفاظت اور زیادہ تحفظ کی خاطر دوسرے افراد کے ساتھ مل کر اپنے کچھ انفرادی اور قدرتی حقوق کو ترک کر کے ایک شخص یا چند اشخاص کے ایک گروہ کے حوالے کر دئیے جو ان پر حکومت کر سکیں اور ان کی اور ان کے معاملات، حقوق و منافع کی حفاظت کر سکیں۔ بودین کی طرح ہابز بھی غیر محدود اختیارات اور مطلق العنان بادشاہت کا حامی تھا۔ اس کے خیال میں ایک مطلق العنان مختار اعلیٰ کی موجودگی معاشرہ میں بحالی امن اور لوگوں کو تباہی سے بچانے کے لئے اشد ضروری تھا۔[۹]

بودین اور ہابز کے نظریات کا اثر یوں ہوا کہ مطلق العنان قومی بادشاہ قانونی تحفظ کیساتھ نمودار ہوئے انہوں نے اپنے اختیارات اتنی سفاکی سے استعمال کئے کہ ان مظالم کی داستانیں جو نوع انسانی پر ڈھائے گئے سن کر انتہائی افسوس ہوتا ہے۔ اختیارات کا بے جا استعمال اور قتل و غارت اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔ ان حالات کا مطالعہ کرتے ہوئے ایک انگریز مفکر لاک ( LOCK ) اور ایک فرانسیسی مفکر روسیو (ROUSSEAU) نے یہ نظریہ پیش کیا کہ اختیارات کے اصل مالک لوگ ہیں نہ کہ مقامی بادشاہ۔ روسیو نے فرانس میں لوگوں کی جدوجہد کو دیکھا تو یہ نتیجہ اخذ کیا کہ مکمل اختیار لوگوں کا ہے، اور صرف لوگ ہی حسب مرضی معاملات میں تغیر و تبدل کے مجاز ہیں۔ اس طرح وہ لوگوں کی حکومت لوگوں ہی کے ذریعے اور لوگوں ہی کے لئے کا حامی بن گیا۔ پس لاک اور روسیو نے ساورنٹی آف دی پیپل ( SOVEREIGNTY OF THE PEOPLE ) کا نیا نظریہ پیش کیا جو آہستہ آہستہ ساورنٹی آف کنگز ( SOVEREIGNTY OF KINGS ) کے نظریئے کا بدل بن گئی۔[۱۰]

اس مختصر سی بحث کے بعد اگر ذرا غور کریں اور ساورنٹی کے مفہوم، معنی اور مقصد پر سوچیں تو یہ بات فوراً ذہن میں آتی ہے کہ ساورنٹی کا لغوی معنی تو طاقت و اختیار اعلیٰ ہے۔ مگر یہ ایک ایسا لفظ ہے جس کے گرد مغربی قوم کی پوری تاریخ گھومتی ہے اور یہ کہ ساورنٹی کا یہ تصور مغرب میں پوپ کے اختیار اور سیاسی طاقت کے خلاف ایجاد کیا گیا اور اسی کو قومی اور مقامی حکمرانوں کا وصف یا حق مانا گیا۔ بنا بریں جب کبھی یورپی تاریخ

---

[۹] MATTERN, CONCEPT OF STATE SOVEREIGNTY AND INTNATIONAL LAW BALTIMORE, 1928 PAGE, 14

[۱۰] CONCEPT OF STATE SOVEREIGNTY AND INTERNATIONAL LAW PAGE, 15-17

میں اس اصطلاح کے بارے میں بحث کی جاتی ہے تو یہ یورپ کی تحریک رینزانس ( RENAISSANCE )
اور ریفارمیشن ( REFORMATION ) کا حوالہ دیتی ہے جس میں عیسائی چرچ کی وحدت سے انکار کیا گیا۔
پوپ کی طاقت اور اختیار کو چیلنج کیا گیا اور بالخصوص چرچ اور ریاست کی جدائی کا مطالبہ ہُوا۔ گویا یورپی تاریخ
میں ساورنٹی کے معنیٰ صرف طاقت و اختیار کے نہیں ہے بلکہ اس نظام حکومت کے بھی ہیں جس میں مذہب
اور سیاست ایک دوسرے سے جدا ہوں اور چرچ کو ریاستی امور میں مداخلت کی اجازت نہ ہو۔

وثوق سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ساورنٹی کا جو تصوّر مغرب میں پیدا ہُوا اور پھلا پھولا، اسلام میں بالکل
اجنبی ہے، اسلامی دنیا کا بہترین مفاد اس میں ترقی پائے گا کہ اس اصطلاح کو قطعاً استعمال نہ کیا جائے۔ اگرچہ اس
سے اللہ تعالیٰ کی صفت ہی قرار دیا جائے کیونکہ اس سے غلط فہمیاں پیدا ہوسکتی ہیں۔ اقوام کی ترقی تیز تر تب
ہی ہوتی ہے جب وہ ایسی اصطلاحات کو استعمال کرتے اور ترقی و رواج دیتے ہیں جن کے ساتھ انہیں نفسیاتی
اور روحانی تعلق و نسبت ہو۔ تاہم اگر اسلامی دنیا مغرب والوں کو اسلامی سیاسی نظریات اور اسلام میں
اختیارِ حکومت کا تصوّر بآسانی سمجھانے کی غرض سے یہ درآمد شدہ اصطلاح اللہ تعالیٰ کے بارے میں استعمال
کرنا چاہتی ہے۔ تو اپنے مفہوم کی تشریح و توضیح نہایت سوجھ بوجھ اور احتیاط کیساتھ ہونی چاہیئے۔ تاکہ ہر دو
نظریات واضح رہیں اور اُلجھنے نہ پائیں۔

**اسلام اور ساورنٹی کا تصوّر** اسلام میں ساورنٹی کی اس اصطلاح کے امکان، اس کے مغربی
استعمال اور اس کے اسلامی معنیٰ اور اطلاق کے درمیان فرق کی تشریح کی خاطر قرآن کریم کی روشنی درجہ ذیل
بحث پیش کی جاتی ہے۔ تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ اسلام میں اس اصطلاح کا استعمال کس حد تک ممکن ہے۔ نیز
یہ کہ اس بارے میں دونوں نظریات یعنی مغربی اور اسلامی میں کس حد تک اختلاف پایا جاتا ہے۔

توحید باری تعالیٰ اسلام کا عظیم ترین اور اساسی عقیدہ ہے۔ یہ اسلام کا سب سے بڑا انقلابی عقیدہ
ہے۔ اسلامی تعلیمات کا لب لباب اس عقیدہ کی پختگی اور قوی ایمان ہے۔ اس کا مفہوم نہ صرف یہ ہے کہ
اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ایک وحدہٗ لاشریک ذات ہے بلکہ یہ کہ وہ ہر رخ اور ہر ہر پہلو سے یکتا اور بے مثال ہے اس
عقیدے کی جامعیت قرآن کریم کی سورۃ اخلاص میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کی گئی ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ○
وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○

ترجمہ: تو کہہ وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے۔ نہ کسی کو جنا، نہ کسی سے جنا۔ اور
نہیں اس کے جوڑ کا کوئی۔

یہ سورت ہمیں بتاتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ واحد اور یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ نہ ذات میں ہے اور نہ صفات میں ہے۔ ہر ہر شے اور ہر ہر ہستی ان کی پیدا کردہ مخلوق ہے۔ وہ ان سب کا خالق ہے، وہ قدیم ہے، ابتدا سے انتہا تک ہے اور ازل سے تا ابد رہے گا۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہی اصل معبود اور خالق حقیقی ہے اور سارے لوگ اس کے عباد یعنی بندے ہیں۔ سب عبادت اور بندگی اسی کے لئے ہے۔ اور وہی خود بندوں کی پکار کا جواب دیتا ہے یعنی ان کی دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے۔ اسے اپنی کسی مخلوق کی مدد کی احتیاج نہیں بلکہ تمام مخلوق اسکی مدد کی حاجتمند ہے۔ اس کے نہ بیوی بچے ہیں اور نہ ان چیزوں کا محتاج ہے۔ اُسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند اور نہ اسے کھانے پینے کی کوئی حاجت ہے۔ ساری دنیا اور آسمان کی بادشاہی اسی کے لئے ہے۔ اور سب چیزیں اس کے اشارے سے حرکت میں ہیں۔ ہمارے تصوّر میں اسکی کوئی نظیر نہیں وہ کسی شے یا شخص کیطرح نہیں جو ہمارے تصوّر میں آسکے۔ بس وہ اپنی ذات وصفات سب چیزوں میں واحد و یکتا اور بے مثل ہے۔

قرآن کریم میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے ۹۹ صفاتی نام ذکر ہیں۔ ان میں ہر ایک اللہ تعالیٰ کے کامل اور اعلیٰ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ نقائص سے پاک اور عیوب سے بالاتر ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ط اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى۔
(سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۱۰)

ترجمہ: کہہ۔ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر جو کہہ کر پکاروگے سو اسی کے ہیں سب نام خاصے۔

اگر اللہ تعالیٰ کی انہی صفات کاملہ پر غور کیا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے۔ کہ یہ تمام صفات توحید کے عقیدے کو زیادہ مستحکم بناتی ہیں۔ اور ایمان والوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی وحدانیت اور یکتائی سمجھنے اور بہت سے اوہام جو ان لوگوں میں پائے جاتے ہیں، کو دور کرنے میں مدد دیتے ہیں۔

شرک توحید کی ضد کو کہتے ہیں، اس کا مطلب اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو ساجھی بنانا ہے۔ قرآن میں بہت سے مقامات پر توحید خالص کو قائم کیا گیا ہے اور شرک کی تکذیب کی گئی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا ○ ۔ (سورۃ النساء ایت ۱۱۶)

ترجمہ: بیشک اللہ نہیں بخشتا اس کو جو اس کا شریک کرے اور بخشتا ہے اس سے نیچے کے گناہ جس کے چاہے اور جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا اس نے بڑا طوفان باندھا۔

مختصر یہ کہ توحید کے بغیر اسلام رہ نہیں سکتا لیکن شرک توحید کے بالکل منافی ہے۔ ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا کام توحید خالص کو بحال کرنا اور شرک کی تمام صورتوں اور قسموں کا استیصال کرنا تھا۔ اس کے بعد دنیا و آخرت کی زندگی کے مختلف ادوار اور شعبوں کو توحید خالص کی بنیاد پر قائم کیا۔ قرآن کریم نے قطعی اور حتمی طور پر توحید کے عقیدے اور اسکی اہمیت کو پیش کیا ہے۔ شرک اور اس کی تمام اقسام کی جس طریقے سے تردید اور نفی کی ہے اسکی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

توحید کے سلسلے میں اس مختصر سی بحث سے یہ واضح ہوتا ہے۔ کہ اسلام میں تمام تر اختیار و قدرت مطلق حتمی، اعلیٰ و ارفع اور اکمل ترین صورت میں صرف اللہ ہی کو حاصل ہے۔ وہ سب لحاظ سے یکتا اور بے مثال ہے۔ دنیا میں اسکی کوئی مثال نہیں اور نہ ہی کسی شے یا چیز کو اس جیسا قرار دیا جا سکتا ہے۔ وہی مالک حقیقی اور مالک الملک ہے۔ پس ساورنٹی کے معنی اگر صرف طاقت و اختیار کے لئے جائیں تو اس صورت میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام میں اس قسم کی طاقت و اختیار اپنی کامل و جامع شکل و صورت میں صرف اللہ جل جلالہٗ ہی کو حاصل ہے۔ مگر جیسا کہ اس سے قبل ساورنٹی کے مغربی تصوّر اور معنی کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ ساورنٹی کے معنی صرف طاقت و اختیار کے نہیں بلکہ یہ پوری مغربی تہذیب و کلچر کی عکاسی کرتی ہے۔ اسلام میں حاکمیت کا تصوّر مغربی تصوّر حاکمیت سے بالکل الگ ہے۔ لہٰذا دونوں کی تشریح واضح الفاظ سے ہونی چاہئے۔ دونوں کو ایک دوسرے سے الجھانا نہیں چاہئے کیونکہ الجھانے سے پیچیدگی اور غلط فہمی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

قرآن کریم نے اللہ جل جلالہٗ کو ہر لحاظ سے مختار اعلیٰ اور قادر مطلق ثابت کیا ہے جس میں تشریعی و سیاسی دونوں پہلو شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کنٹرول ہر ہر چیز پر ہے۔ اور کوئی چیز اس کے قابو سے باہر نہیں ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ط (سورہ الرعد: ایت ۳۱)

ترجمہ: بلکہ سب کام تو اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

اس ایت کریمہ میں اَلْاَمْر کی یہ اصطلاح بہت اہم ہے۔ ایت کا مفہوم واضح ہے کہ ہر حال میں اور ہر کام میں امر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ بنی نوع انسان کی کیا مجال کہ اللہ تعالیٰ کے معاملات میں مداخلت کریں یا (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کو بتائیں کہ کیا کریں اور کیسے کریں۔ قرآن کریم کی ایک دوسری آیت میں لفظ امر کی بجائے حکم استعمال ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ط (سورہ یوسف: ایت ۴۰)

ترجمہ: حکومت نہیں ہے کسی کی سوائے اللہ کے۔

جیساکہ ترجمہ سے واضح ہوتا ہے، مولانا شبیر احمد عثمانی نے آیت بالا میں لفظ حکم کا ترجمہ حکومت
سے کیا ہے جس کا مطلب یوں نکلتا ہے۔ کہ ہر قسم کا اختیار خواہ تشریعی ہو یا سیاسی، اللہ تبارک وتعالیٰ کا حق
ہے۔ اللہ کے سوا نہ کسی کا حق ہے اور نہ کسی سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ
کے لئے کبھی تو اَحکم الحاکمین (ہود: آیت ۴۵۔ التین: آیت ۸) کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اور
کبھی خَیرُ الحاکمین (الاعراف: آیت ۸۲، یونس: آیت ۱۰۹، یوسف: آیت ۸۰) کہہ کر پکارا ہے،
گویا اللہ تعالیٰ حاکموں کا حکم اور سب سے اکمل وارفع حاکم ہے۔ سارے قوانین وضع کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ
کو ہے۔ مخلوق کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کی ہدایات واحکامات کے مطابق چکائے۔
جو کوئی اللہ تعالیٰ کے احکامات سے روگردانی کرے گا۔ وہ تباہ وبرباد ہی ہوگا۔ قرآن کریم میں ہے:

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون۔ (سورہ المائدہ: ایت ۴۷)

ترجمہ: اور جو کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق جو کہ اللہ نے اتارا سو وہی لوگ ہیں کافر۔

اس آیت کریمہ کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ دنیاوی حکمرانوں کو چاہیئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے
مطابق حکمرانی کریں۔ اللہ کے احکام خود اپنے اوپر نافذ کریں اور روئے زمین پر بھی جو حکومت اللہ کے احکامات
کو نافذ نہیں کرتی یا انکار کرتی ہے وہ گمراہ اور غلط راستے پر گامزن ہے۔ اس آیت کریمہ پر اگر ذرا مزید غور کیا
جائے تو یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مغربی تصور ساورنٹی اور اسلامی تصور حکمرانی میں بڑا فرق یہ ہے کہ مغربی تصور
ساورنٹی میں حکمران طبقہ قانون دہندہ بھی ہوتا ہے۔ ان کو قوانین بنانے، رد وبدل اور منسوخ کرنے کا پورا
اختیار ہوتا ہے جبکہ اسلامی تصور حاکمیت میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات اصل قانون دہندہ ہے اور
حکومتیں اس لئے تشکیل کی جاتی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہی کی ذات مالک الملک ہے وہ سب طاقتوں کا مجموعہ ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

قل اللّٰھم مٰلک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علیٰ کل شیء قدیر (آل عمران: آیۃ ۲۶)

ترجمہ: تو کہہ یا اللہ مالک سلطنت کے، تو سلطنت دیوے جس کو چاہے اور سلطنت چھین لیوے
جس سے چاہے اور عزت دیوے جس کو چاہے اور ذلیل کرے جس کو چاہے۔ تیرے ہاتھ ہے سب خوبی۔
بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

یہاں آیت کریمہ میں مالک الملک کی یہ اصطلاح بہت اہم ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ سب بادشاہوں کا بادشاہ
حقیقی اور ساری کائنات کا اصل فرمانروا ہے۔

ایک دوسری آیت میں اللہ جل جلالہٗ کی طاقت و اختیار کو ثابت کرنے کے لئے الکرسی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۔

(سورۃ البقرہ آیت: ۲۵۵)

ترجمہ: گنجائش ہے اسکی کرسی میں تمام آسمانوں اور زمین کو اور گراں نہیں اسکو تھامنا اور وہی ہے سب سے برتر عظمت والا۔

پس قرآن کریم اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کرسی سب زمین اور آسمانوں کو احاطہ کئے ہوئے ہے کوئی شے اس کے قبضہ قدرت سے باہر نہیں ہے۔ اور وہ ہر چیز پر غالب ہے۔ اس طرح قرآن کریم نے کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ کی طاقت و اختیار کو واضح الفاظ میں بیان کرنے کے لئے لفظ العرش کا استعمال بھی کیا ہے۔

ارشاد باری ہے:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِهٖ ۔ (سورۃ یونس۔ آیت )

ترجمہ: تحقیق تمہارا رب اللہ ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین چھ دن میں پھر قائم ہوا عرش پر۔ تدبیر کرتا ہے کام کی کوئی سفارش نہیں کر سکتا مگر اسکی اجازت کے بعد۔

لفظ الکرسی کی طرح العرش کو بھی طاقت و اختیار و نگہبانی کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ لفظ العرش اللہ تعالیٰ کی طاقت اور جلال کو ظاہر کرتا ہے یا یوں سمجھئے کہ العرش کائنات کا مرکز (مجازاً) دارالحکومت یا قلب ہے جہاں سے ہر ہر چیز کا کنٹرول ہوتا ہے۔

اوپر کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام میں ساری طاقت و قوت کا سرچشمہ اللہ جل جلالہٗ کی ذات اقدس ہے۔ سارا تشریعی و سیاسی اختیار اسی کو حاصل ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسلامی حکومت اس کو کہتے ہیں جہاں نظام حکومت قرآن و سنت پر مبنی ہو جہاں سیاسی، اقتصادی، عدالتی اور دیگر معاشرتی نظامہائے حیات قرآن و سنت کے عین مطابق ہوں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کا بول بالا ہو۔ اس کے برعکس مغربی تصوّر حکومت ہے جہاں عوام کو سارا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ عوام یا عوام کے نمائندے یا حکمران ٹولے کو ہر قسم کے قوانین بنانے کا اختیار ہوتا ہے۔ نیز وہ ایسی طرز حکومت ہے۔ جہاں حکومتی معاملات میں مذہب کے عمل دخل کو نہیں مانا جاتا ہے۔ اور اس سلسلے میں "ساورنٹی" مغربی تہذیب میں ایک ایسا لفظ ہے جو جب کبھی استعمال ہوتا ہے مغربی ذہنیت اور ان کے طرز حکومت کی پوری طرح عکاسی کرتا ہے۔

"ساورنٹی" کے مغربی اور اسلامی تصور کے بارے میں جو کچھ عرض کیا گیا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ ساورنٹی کے مغربی اور اسلامی تصور کے مابین فرق کو واضح کیا جائے اور یہ کہ اس بات کی تنبیہہ کی جائے کہ دونوں نظریات کو ایک دوسرے میں خلط ملط نہ کیا جائے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اگر وہ صحیح معنوں میں اسلامی آئین چاہتے ہیں تو ان کو اپنے آئین میں کوئی ایسی اصطلاح استعمال نہیں کرنی چاہیئے جو عوام کے لئے گمراہ کن ہے۔ اور ملک کے مستقبل کے لئے پریشان کن ہو۔ آئین ملک کے مستقبل کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ لہذا ہمیشہ ایسی اصطلاح استعمال کرنی چاہیئے جو واضح ہو اور عوام کے دلوں میں گہرے نقوش رکھتی ہو۔ پاکستان سیاسی لحاظ سے جن مشکلات و مصائب سے دوچار ہے اسکی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہاں کے آئین میں مختلف قسم کے نظریات کو جگہ دی گئی، اگر ایک طرف اس کے اسلامی ہونے کا دعویٰ ہے تو دوسری طرف اس سے سرمایہ دارانہ نظام اور یہاں تک کہ اشتراکیت کی بھی بو آتی ہے۔ ایک قسم کی پیوندکاری سے کام لیا گیا ہے۔ کچھ چیزیں مغربی ہیں کچھ مشرقی اور کچھ اسلامی بھی ہیں۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد سے جو بھی آئین بنا۔ یہاں تک کہ ۱۹۴۹ء میں جو قرارداد مقاصد پاس ہوئی تھی اس میں بھی یہی خرابی تھی، یعنی جہاں یہ کہا گیا کہ ساورنٹی بیلانگز ٹو اللہ (SOVEREIGNTY BELONGS TO ALLAH) تو وہاں ساتھ ہی "انڈیپینڈنٹ ساورن سٹیٹ" (INDEPENDENT SOVEREIGN STATE) کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں۔ اب پہلی اصطلاح کے معنی تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کے ہیں۔ یعنی مطلب یہ کہ پاکستان ایک ایسی ریاست ہوگی جس کے سارے قوانین قرآن وسنت سے ماخوذ ہوں گے۔ اور ملک بھر میں قانونِ اسلامی نافذ ہوگا۔ جبکہ دوسری اصطلاح کے معنی یہ ہیں کہ یہ ایک ایسی ریاست ہوگی جہاں عوام کی حکمرانی ہو۔ نیز اسمبلی ہر قسم کے قوانین بنانے اور منسوخ یا ردو بدل کرنے کی مجاز ہوگی۔ یہ تضاد پاکستان کے گزشتہ ہر آئین میں کم وبیش کسی حد تک پایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ۱۹۷۳ء کا آئین بھی اسی تضاد کا شکار ہے۔ دراصل مغربی جمہوری نظام کے اندر اسلامی الفاظ کی پیوندکاری کی گئی ہے۔ جو بہت ہی مہلک اور گمراہ کن اقدام ہے۔ پاکستان آج جن سیاسی اور آئینی مشکلات ومصائب سے دوچار ہے اسکی ایک بڑی وجہ یہی ہے کہ آئین بناتے وقت کوئی واضح پالیسی اختیار نہیں کی گئی ہے۔

مسلمانوں کی بہتری اس میں ہے کہ مغرب ہو یا مشرق وہ سب کا پیچھا چھوڑ کر قرآن وسنت کے مطابق اپنی آئین سازی کریں، جہاں اللہ سبحانہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ صاف اور واضح الفاظ سے بیان ہو، اور جہاں سارے معاملات سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظامِ اجتماعیہ قرآن وسنت سے نہ صرف ماخوذ ہوں بلکہ ان کی روشنی میں ترقی اور رواج پائیں۔

وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلَاغ

Adarts HSU 1/80

بحث ونظر

سید شبیر احمد کاکاخیل

# نمازوں کے اوقات کا کمپیوٹر کے ذریعہ تعیّن

اگست کے الحق میں اس موضوع پر راقم الحروف کچھ لکھ چکا ہے۔ اس میں زیادہ تر نمازوں کے اوقات کے لئے کمپیوٹر کی افادیت ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ ساتھ ہی جو چارٹ اس وقت کمپیوٹر کے ذریعے تیار ہو سکتے تھے اس کا ایک نمونہ بھی دکھایا گیا تھا۔ جہاں تک محسوبہ اوقات کا تعلق ہے وہ اس وقت بھی صحیح تھے لیکن احقر کو اس وقت سے جو مسئلہ درپیش تھا وہ یہ تھا کہ ان اوقات کو عوام کے سامنے کس طرح پیش کیا جائے۔ یا دوسرے الفاظ میں راقم الحروف کو ایسے طریقے کی تلاش تھی جس کے ذریعے جو چارٹ مرتب ہوں معلومات کے لحاظ سے جامع ہوں اور سمجھنے میں آسان اور عام فہم ہوں دوسری طرف ان چارٹوں کی ضلعوں اور تحصیلوں کی سطح پر مناسب احتیاط کے ساتھ تیاری کا کام بھی پیش نظر تھا۔ الحمدللہ ان دونوں مدوں میں کافی حوصلہ افزا نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ ان سب کا خلاصہ قارئین کے سامنے پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اس ضمن میں کچھ مشاہدات بھی جو احقر اپنے احباب کی معیت میں گذشتہ چار پانچ مہینے سے مسلسل کر رہے ہیں زیر بحث آئیں گے۔ اس طرح الحق میں پچھلے مضمون کی اشاعت کے بعد جو نئی پیش رفت ہوئی اس کا نچوڑ سامنے آجائے گا انشاء اللہ!

پچھلے مضمون میں چارٹ کا جو نمونہ پیش کیا گیا تھا اس میں چھ اوقات یعنی فجر، طلوع، زوال، عصر، غروب اور عشا براہ راست بتائے جاتے تھے۔ اور کچھ مزید معلومات ایک علیحدہ جدول کے ذریعے آسان جمع تفریق کے طریقے پر معلوم ہو سکتے تھے۔ اس میں مختصر مگر جامع کا اصول پیش نظر تھا۔ احقر کو تجربے سے اندازہ ہوا کہ عوام کے لئے اس اصول پر عمل کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ عوام تو عوام کچھ خواص بھی حساب کی جھنجھٹوں میں چاہے وہ کتنا ہی مختصر کیوں نہ ہو پڑنا نہیں چاہتے لہذا ساری معلومات کی براہ راست دینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ کافی سوچ بچار کے بعد فیصلہ کیا گیا کہ پہلے والے چارٹ کو صرف ان حضرات کے لئے جو فقط اپنے آپ کے لئے ایک خاص مقام کا چارٹ تیار کرانا چاہتے ہیں مختص کئے جائیں اور چھپوانے کی خاطر تفصیلی چارٹ تیار کرنے کا بندوبست کرنا چاہئے اس میں بھی الحمدللہ کامیابی ہوئی اور اب اس مقصد کے لئے جو چارٹ تیار ہو رہے ہیں ان میں چھ کے بجائے بارہ معلومات موجود ہوتی ہیں۔ یعنی فجر، طلوع، اشراق، زوال، عصر شافعی، عصر حنفی، غروب، عشاء شافعی اوّل، عشاء شافعی

دوم ۔عشاء حنفی ۔عشاء مستحب اور اوقات قبلہ۔

ذیل کی چند سطور میں ان کی تشریح پیش کی جاتی ہے۔

فجر کے لئے ۱۸ درجہ زیر افق کے اوقات استعمال کئے جاتے ہیں کیونکہ ۱۸ درجہ کا قول حضرت مفتی محمد شفیعؒ ۔حضرت مولانا یوسف بنوریؒ ۔حضرت مفتی کفایت اللہؒ حضرت مولانا اشرف علیؒ حضرت مولانا عاشق الٰہی مدظلہ ۔حضرت مولانا یوسف لدھیانوی مدظلہ ۔حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکوی مدظلہ کے مطابق صحیح ہے ۔نیز مسلسل مشاہدات کے اس قول کی تصدیق کی ۔یہ مشاہدات احقر نے اپنے گھر میں اہل خانہ کے ساتھ امسال رمضان میں کئے۔

شفق احمر کے مشاہدات نے بالواسطہ اس قول کی تصدیق کی ۔اس لئے احقر کا شرح صدر اس قول پر ہوا۔

محترم حاجی محمد اسحاق صاحب نے اس بدالحق کے نام مراسلہ گرفت فرمایا ہے ان کو انشاء اللہ بذریعہ خط جواب دیا جائے گا ۔اگر ضرورت ہوئی تو اس شمارے میں ان مشاہدات پر مبنی ایک تفصیلی مضمون دینے کا بھی احقر کا مستقبل قریب میں ارادہ ہے ۔اس مضمون میں اسلامی کتب کے حوالہ جات بھی دئے جائیں گے ۔جن کا حاجی صاحب کو گلہ ہے ۔اصل میں حاجی صاحب نے غالباً اس موضوع پر صرف احسن الفتاوٰی دیکھی ہے ۔ان کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ اس موضوع پر صرف یہی ایک کتاب نہیں لکھی گئی ۔حضرت مفتی صاحب نے جو اپنی کتاب میں ۱۸ درجہ زیر افق کے قول پر رد میں اس کے حق میں کوئی دلیل موجود نہ ہونے کا ذکر فرمایا ہے ۔یہ صرف ان کی رائے ہے اور اس معاملے میں مندرجہ بالا بزرگوں کے ساتھ اجتہادی اختلاف پر مبنی ہے۔

اس موضوع پر پروفیسر عبداللطیف صاحب نے ایک کتاب "صبح صادق و صبح کاذب" کے عنوان سے لکھی ہے اس میں ان حضرات کی رائے اور فتاوٰی کے بارے میں لکھا گیا ہے ۔ان میں کئی حضرات زندہ ہیں ان سے تصدیق بھی کی جاسکتی ہے ۔جب تک دوسرے نقطہ نظر کی کتاب یا مضمون نظر سے نہ گذرا ہو تو ایک طرف کی کتاب دیکھ کر یک طرفہ طور پر ایک فیصلہ دینا کہ یہ حق پر ہے اور دوسرا غلطی پر ہے "تقلید جامد" نہیں تو کیا ہے ۔اس معاملے میں ہمیں زیادہ حقیقت پسندی کا ثبوت دینا ہوگا ۔کیونکہ دونوں طرف اپنے اکابر ہیں ۔اور ایک طرف کی "تقلید محض بلا دلیل" میں دوسرے حضرات کی حق تلفی ہوگی اور احقر کی رائے میں یہ توہین ہے ۔ان بزرگوں کی جن کی رائے دیکھنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی گئی ۔ہاں اجتہادی اختلاف کی اور بات ہے جیسے مفتی صاحب کو ان حضرات سے ہے لیکن ہمیں زیب نہیں دیتا کہ بلا دلیل جو منہ میں آئے کہیں اور لکھیں ۔اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ کی توفیق عطا فرمائے ۔آمین

اشراق کے لئے حضرت مفتی رشید احمد صاحب مدظلہ کی تحقیق استعمال کی گئی یعنی ۴ر۱ درجہ ارتفاع ۔باقی اوقات کے اصول پہلے مضمون میں بتائے گئے ہیں ۔اس مضمون میں صرف ان اوقات کے اصول بتلائے جاتے ہیں جن پر پہلے نہیں لکھا گیا ۔مثلاً عشاء شافعی اول ۔عشاء شافعی دوم کے اوقات وغیرہ ۔عشاء شافعی یعنی غروب شفق احمر کے لئے حضرت

مفتی رشید احمد صاحب کی تحقیق ۱۲ درجہ زیر افق کی ہے۔ اور حضرت مولانا عبد القدوس ہاشمی صاحب کی تحقیق ½ ۱۲ درجہ سے ½ ۱۶ درجہ زیر افق تک کی ہے۔ حضرت مولانا عبد القدوس صاحب کے نزدیک شفق احمر یکساں درجہ زیر افق پر غروب نہیں ہوتا بلکہ جغرافیائی حالات کے زیر اثر کبھی کسی درجہ زیر افق اور کبھی درجہ زیر افق پر غروب ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک ان کے حدود ½ ۱۲ سے لے کر ½ ۱۶ درجہ زیر افق ہیں۔ اس میں بھی اختلاف ہونے کے پیش نظر احقر کے مشاہدات کو ثالث بنانے کا فیصلہ کیا۔ اور اپنے احباب کی ایک جماعت بنائی۔ اور اس طرح مل کر مشاہدات کا سلسلہ شروع کیا۔

اپریل میں احقر کو یہ ½ ۱۲ درجہ زیر افق کے لگ بھگ غروب ہوتا محسوس ہوا تھا۔ لیکن ۲۰ جولائی سے ۲ ستمبر تک کے مشاہدات میں صورت حال زیادہ واضح ہوئی۔ اور سب جو متفقہ طور پر وقت نوٹ کرتے تھے۔ ان کے نتائج سے اندازہ ہوا کہ یہ ان ایام میں زیادہ تر ۱۴ درجہ زیر افق اور ۱۵ درجہ زیر افق کے درمیان غروب ہوتا تھا۔ ایک دفعہ ۷ر ۱۵ درجہ یعنی ۲۷ جولائی کو اور دوسری دفعہ یعنی ۲ ستمبر کو ۳ر ۱۶ درجہ زیر افق کے لگ بھگ غروب ہوا اس طرح صبح صادق بھی دو دفعہ احقر نے ۱۶ درجہ سے ۵ر ۱۶ درجہ زیر افق کے درمیان کے اوقات پر شفق احمر کے مانند سرخی کے ساتھ طلوع ہوتے دیکھا۔ اس میں ایک مشاہدے کی جہانگیر کی مسجد سیاں گاں کے امام عبد القیوم استاد بھی گواہ ہیں۔

بہر حال اس تمام تحقیق سے پتہ چلا کہ حضرت مفتی رشید احمد صاحب کو شفق احمر کے بارے میں سہو ہوا ہے اور انہوں نے غالباً بحری فلکی فلق NAUTICAL TWILIGHT کو شفق احمر سے تعبیر کیا ہے۔
بہر حال احقر کے نزدیک تو حضرت مولانا عبد القدوس ہاشمی صاحب کی تحقیق صحیح تر ثابت ہوئی۔ اس لئے اسی کو اختیار کیا۔ اس لئے عشاء شافعی اول اور عشاء شافعی دوم کے نام سے ان دونوں یعنی کم سے کم ( ½ ۱۲ درجہ زیر افق ) اور زیادہ سے زیادہ یعنی ½ ۱۶ درجہ کے اوقات کو دینے کا فیصلہ کیا تاکہ محتاط حضرات عشاء شافعی اول سے پہلے پہلے مغرب اور عشاء شافعی دوم کے بعد وہ حضرات جن کا شفق احمر پر فتویٰ ہے عشاء کی نماز پڑھیں۔ اس طرح انشاء اللہ غلطی کا امکان نہیں رہے گا۔

احقر کے خیال میں عشاء شافعی کے لئے حساب چھوڑ کر مشاہدہ کا اصول زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ جتنا اس کا حساب مشکل ہے اتنا ہی مشاہدہ آسان ہے۔ شفق احمر غروب ہونے سے صرف پانچ منٹ پیشتر اتنی بلند ہوتی ہے کہ شہر کی اکثر عمارات بھی اس کے لئے رکاوٹ نہیں بنتے۔ اور نہ ہی روشنیاں اس پر اتنی اثر انداز ہوتی ہیں جتنی کہ شفق ابیض پر۔

قبلہ معلوم کرنے کے لئے پہلے بھی بتایا گیا تھا لیکن پہلے کے چارٹوں میں قبلہ معلوم کرنے کے اوقات کا

علیحدہ چارٹ ہوتا تھا۔ اب ہر مہینے کے چارٹ کے آخری کالم میں ان کے اوقات دیئے جاتے ہیں۔ ان اوقات پر قبلہ سورج کے سائے کے ساتھ ایک آسان زاویہ بناتی ہے۔ مثلاً:۔

صفر، ۱۸۰ اور ۹۰ درجے وغیرہ۔ صفر کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر ان اوقات پر کسی عمودی جسم کا سایہ دیکھا جائے تو وہ عین قبلہ کی طرف ہوگا۔ ۱۸۰ درجہ کا مطلب یہ ہوگا کہ ان اوقات پر اگر سورج کی طرف دیکھا جائے تو وہ عین قبلہ کی طرف ہوگا۔ ۹۰ درجہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان اوقات پر سورج کی طرف منہ کیا جائے تو دایاں ہاتھ قبلہ کی طرف ہوگا۔ عصر مستحب کے لئے اصول اول ثلث اللیل کا اختتام لیا گیا ہے۔

قارئین پر انشاء اللہ اب واضح ہو چکا ہوگا کہ اگر ان اوقات پر جن کی تفصیل بتائی گئی ہے چارٹ شائع کیے جائیں گے۔ تو یہ انتہائی جامع ہوں گے اور کسی بھی فقہ کے ماننے والے کے لئے اس پر عمل کرنے میں کوئی پریشانی نہیں ہوگی انشاء اللہ۔

جہاں تک ان چارٹوں کے ضلعوں کی سطح پر تیاری کا تعلق ہے کو سروے آف پاکستان کے نقشے حاصل کیے گئے ہیں ان میں ضلعوں کی جو حدود ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ بعض ضلعوں میں تحصیل کی سطح پر بھی چارٹ تیار کرنے پڑیں گے کیونکہ ان میں بعض ضلع یا تو بہت وسیع ہیں جیسے چترال، سوات، دیر اور بلوچستان کے اضلاع وغیرہ۔ یا بعض بے ہنگم اور بے قاعدہ طریقے پر پھیلے ہوئے ہیں جیسے مانسہرہ وغیرہ۔

حسابی نقطہ نظر سے ان ضلعوں کے لئے چارٹ آسانی سے تیار ہو سکتے ہیں جن کا نقشہ شمالاً جنوباً کھڑے بینے کی طرح ہو۔ اس سلسلے میں قارئین سے ایک درخواست بھی ہے کہ وہ جلد از جلد اپنے اپنے ضلعوں کے وہ نقشے جن میں تحصیلوں کی حدود بتائی گئی ہوں بھیجیں یہ ان کی بڑی نوازش ہوگی۔

تحصیل کے نقشے عام طور پر دستیاب نہیں ہوتے۔ مگر دوسری یا تیسری جماعت کے جغرافیہ کی کتابوں میں ایسے نقشے لگے ہوتے ہیں۔ ان نقشوں کے فوٹو سٹیٹ بذریعہ ڈاک ارسال کیے جائیں تو حقر کو ان نقشوں سے صحیح صورت حال سمجھنے میں بڑی مدد ملے گی۔

پروفیسر محمد اسلم صدر شعبہ تاریخ پنجاب لاہور

اولیاء کرام اور سلاطین اسلام کی مرثیہ خواں

# "دہلی کا تازہ سفرنامہ"

## اسلام کی عظمت رفتہ کے کھنڈرات

دھلی پہنچتے ہی میں نے ندوۃ المصنفین میں اپنا سامان رکھا اور نہا دھو کر اردو بازار کی طرف نکلا۔ کتب خانہ عزیزیہ پر مولوی سمیع اللہ مرحوم کے دو فرزند عبدالسلام اور عبدالحکیم تشریف فرما تھے۔ دونوں بھائی بڑے تپاک سے ملے۔ اور اگلے دن دوپہر کے کھانے کی دعوت دی۔ اگلے روز میں وقت مقررہ پر ان کی دکان پر پہنچا۔ تو دونوں بھائی مجھے کوچہ چیلاں میں اپنے نانا مفتی اعظم ہند مولانا کفایت اللہ مرحوم کے گھر لے گئے۔ کھانے کے دوران انہوں نے مجھے بتایا کہ اسی کمرے میں علماء کرام کی نشست ہوا کرتی تھی۔ مولانا احمد سعید دہلوی۔ مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی۔ اسعد مدنی۔ مفتی عتیق الرحمن عثمانی۔ مفتی ضیاء الحق دہلوی اور دوسرے علماء کے بیٹھنے کی جگہیں دکھائیں۔

کوچہ چیلاں ہی میں ایک چھوٹی سی گلی ہے جس میں گنتی کے چار پانچ گھر ہیں۔ یہ گلی "کوچہ مومن خان" کے نام سے موسوم ہے۔ یہیں مومن کی سکونت تھی۔

کتب خانہ عزیزیہ دہلی کے ارباب علم وفن کی نشست گاہ ہے۔ وہاں آنے والوں میں ایسے بزرگ بھی ہیں۔ جو سالہا سال سے بلاناغہ وہاں آتے ہیں۔ یہ سلسلہ مولوی سمیع اللہ مرحوم کے زمانے میں شروع ہوا تھا اور اب تک چل رہا ہے۔ بلکہ یوں کہیئے کہ دلی والے اپنی وضع داری نبھاہ رہے ہیں۔

ظہر کی نماز ہم نے جامع مسجد میں ادا کی مسجد کے شمالی دروازے کے باہر ایک چھوٹا سا قبرستان ہے جو امام صاحب کا قبرستان کہلاتا ہے۔ اسی قبرستان میں مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی اور مولوی سمیع اللہ محو خواب ابدی ہیں مولانا لدھیانوی کے لوح مزار پر یہ عبارت منقوش ہے۔

زمانہ کے جسے آفتاب کرتا ہے
انہی کی خاک میں پوشیدہ ہے وہ چنگاری

قائد احرار۔ مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی

پیدائش ۱۸۹۲ء وفات ۲ ستمبر ۱۹۵۶ء بروز اتوار

خدمت خلق بود خلق حبیب الرحمن

سجع از مفتی اعظم کفایت اللہ ملتان جیل ۱۹۲۶ء

مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کی قبر سے اندازاً دس میٹر جانب مغرب کتب خانہ عزیزیہ کے بانی مولوی سمیع اللہ"

مرحوم کی قبر ہے۔ ان کے لوحِ مزار پر یہ عبارت کندہ ہے۔

ہوالباقی۔ ہوالحی مولانا محمد سمیع اللہ نور اللہ مرقدہ

صدر مجلس احرار خدام خلق صوبہ دہلی ۲ اگست ۱۹۶۹ء بروز چہار شنبہ

بوقت اذانِ عشاء بعمر ۷۵ سال داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اسی قبرستان میں جامع مسجد کے موجودہ امام سید عبداللہ بخاری کے والد بزرگوار سید حمید بخاری آسودۂ خاک ہے

مرحوم راقم الحروف کے ساتھ بڑی شفقت کے ساتھ پیش آیا کرتے تھے۔ انہوں نے قرآن حکیم کے بارے میں سواطع القرآن کے عنوان سے ایک کتاب بھی لکھی تھی۔ جو مرحوم نے اپنے دستخط کے ساتھ مجھے عنایت فرمائی تھی۔

جامع مسجد کا مشرقی دروازہ ہمیشہ بند رہتا ہے۔ اس دروازے کے باہر عہد شاہ جہان کے مشہور صوفی اور شاعر سرمد کا مزار ہے۔ داراشکوہ کو سرمد کے ساتھ بڑی عقیدت تھی۔ اورنگ زیب نے اپنے عہد حکومت میں سرمد کو بجرم عریانی والحاد قتل کرادیا تھا۔ سرمد کی رباعیات طبع ہو چکی ہیں۔ اس کی ایک حکیمانہ رباعی پیش خدمت ہے۔

سرمد تو حدیث کعبہ و دیر مکن — در کوچہ شک چو گمرہاں سیر مکن

دو راہ روی ز شیطان آموز — یک قبلہ گزین و سجدۂ غیر مکن

سرمد کی قبر سے ملحق ابوالقاسم ہرے بھرے کی قبر ہے۔ جاہل عوام میں یہ روایت مشہور ہے کہ جب دہلی کی جامع مسجد تیار ہوئی تو اس وقت پتہ چلا کہ قبلہ کی سمت صحیح نہیں ہے۔ اس زمانے میں ابوالقاسم کی ولایت کا شہرہ تھا۔ شاہجہان نے ان سے التماس کی اور انہوں نے اپنی کرامت سے قبلہ کی سمت درست کردی۔ پیر شرافت نوشاہی نے شریف التواریخ میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ جامع مسجد دہلی کے قبلہ کا رخ شاہ رحمٰن بھسڑی والا نے شاہجہان کی درخواست پر درست کیا تھا۔

ہمارے خیال میں تاج محل، لال قلعہ اور جامع مسجد دہلی جیسی عظیم عمارتیں بنانے والے معماروں پر یہ ایک اتہام ہے کہ انہوں نے مسجد کی بنیاد رکھتے وقت سمتِ قبلہ کا خیال نہیں رکھا۔

ابوالقاسم اور سرمد کی قبروں کے عقب میں ایک مسجد ہے پہلے یہ ایک ویران جگہ تھی جس پر کباڑیے قابض تھے۔ لیکن جب سے یہاں زیر زمین بازار بنا ہے اس وقت سے یہاں رونق ہو گئی ہے۔ مسجد میں تبلیغی جماعت کے افراد وعظ و تلقین میں مصروف رہتے ہیں۔ اس مسجد کے صحن میں شمالی دیوار کے ساتھ تحریک خلافت کے راہنما مولانا شوکت علی کی قبر ہے۔ ان کے لوحِ مزار پر یہ عبارت مرقوم ہے۔

یا حیُّ یا قیوم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کل نفس ذائقۃ الموت

فاتحہ مرقد ویران پہ بھی پڑھتے جائیں — ان سے کہدو جو ہیں اس راہ سے گذرنے والے

(امیر مینائی)

مرقد پاک خادم کعبہ ضیغم اسلام

حضرت مولانا شوکت علی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وصال ۲۶ نومبر ۱۹۳۸ء بمقام دہلی

مولانا شوکت علی مرحوم کی قبر سے اندازاً پچاس میٹر کے فاصلہ پر ایک خوشنما چھتری کے نیچے مولانا ابوالکلام آزاد آرام فرما ہیں۔ ان کی قبر پر انگریزی، ہندی اور اردو میں "محی الدین احمد ابوالکلام آزاد" مرقوم ہے۔ قبر کے گرد ایک چار دیواری بنا دی گئی ہے۔ اور دن کے وقت ایک چوکیدار وہاں رہتا ہے۔ چوکیدار کے تقرر سے پہلے لوگ یہاں بیٹھ کر تاش اور شطرنج کھیلا کرتے تھے۔ اس لئے مزار کے احترام کو برقرار رکھنے کے لئے چوکیدار مقرر کرنا پڑا۔

نماز عصر سے قبل ہی مطبع مجتبائی کی قدیم عمارت میں ڈاکٹر تنویر علی علوی صدر شعبہ اردو، دہلی یونیورسٹی سے ملنے گیا۔ موصوف متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کی تصانیف میں سے صحیفۂ ابرار خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ ہم نے نماز عصر شاہ ابوالخیر کی خانقاہ میں ادا کرنے کا پروگرام بنایا اور چند منٹوں میں وہاں پہنچ گئے جس وقت ہم خانقاہ میں پہنچے تو اس وقت شاہ زید ابوالحسن فاروقی جھاڑو تھامے خانقاہ کی صفائی میں مصروف ہیں میں نے انہیں دیکھتے ہی بآواز بلند کہا:۔

"شاہ صاحب! اس خانقاہ میں جاروب کشی سے بڑھ کر اور کوئی سعادت نہیں ہے"

شاہ صاحب نے ہمیں دیکھتے ہی فرمایا۔ "دیکھئے میں نے خانقاہ میں لائبریری تعمیر کی ہے اور یہ پتھر ملاحظہ کیجئے"

یہ پتھر لائبریری کی مشرقی دیوار پر نصب تھا اور اس پر فیھا کتب قیمۃ کندہ تھا۔ میں نے عرض کیا کہ اس سے بہتر اور کوئی عبارت موزوں نہیں تھی۔ لائبریری کی پیشانی پر شاہ صاحب کی کہی ہوئی یہ تاریخ مرقوم ہے۔

خدا را منت و مدحت نبی را | کہ شد تعمیر بر بنیاد مسعود

ز ہاتف زید چوں پرسید سالش | مبارک این کتب خانہ۔ بفرمود

شاہ صاحب نے ہمیں اپنی نشست گاہ میں بٹھایا اور مشروبات سے تواضع کی۔ تھوڑی دیر بعد نماز کا وقت ہو گیا۔ ہم نے مسجد میں نماز ادا کی۔ مسجد کی پیشانی پر ایک لوح نصب ہے جس پر شاہ ابوالخیر کی کہی ہوئی یہ تاریخ منقوش ہے

تعالی اللہ عجب مسجد بنا شد | کہ شد اسلام را از و رونق تام

رقم زد خیر تاریخ بنایش | عبادت خانہ پاکیزہ اسلام

۱۳۱۰ھ

صحن مسجد کے جنوب مشرقی گوشے میں ایک قطعے پر حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ، شاہ غلام علی دہلویؒ، شاہ ابو سعیدؒ اور شاہ ابوالخیرؒ کے مزارات ہیں۔ مرزا صاحب قبلہ کی قبر کے سرہانے مجرے کے اوپر ایک کتبہ نصب ہے۔

جس پر یہ عبارت مرقوم ہے۔

مزار حضرت مرزا مظہر جان جاناں مظہر شہید قدس سرہٗ

۱۱۹۵ھ تاریخ دہم محرم

شاہ غلام علی کی قبر کے سرہانے جو لوح نصب ہے اس پر یہ عبارت کندہ ہے۔

مزار حضرت شاہ عبداللہ معروف بشاہ غلام علی قدس سرہٗ ۱۲۴۰ھ تاریخ ۲۲ صفر

حضرت شاہ ابوسعیدؒ کے لوح مزار پر یہ عبارت منقوش ہے۔

مزار حضرت شاہ ابوسعید احمدی قدس سرہٗ ۱۲۵۱ھ تاریخ یکم شوال

حضرت شاہ ابوالخیرؒ کا نام نامی اور تاریخ وفات ان الفاظ میں مرقوم ہے۔

مزار حضرت شاہ محی الدین عبداللہ معروف بشاہ ابوالخیر قدس سرہٗ ۱۳۴۱ھ تاریخ ۱۹ جمادی الاخری

۱۴۰۰ھ تک یہ مجرّہ بے سقف تھا تین سال قبل شاہ زید ابوالحسن نے اس پر ایک خوبصورت گنبد بنوا دیا ہے گنبد پر ہلکے نیلے رنگ کی ٹائلیں بڑی بھلی دکھائی دیتی ہیں۔ پرانے مجرّہ کو اپنی اصلی حالت میں رہنے دیا ہے اور چار ستونوں پر گنبد اٹھایا گیا ہے۔ میں نے شاہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ انہوں نے گنبد کی تعمیر میں حضرت مرزا مظہر جانجاناں کی نفاستِ طبع کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ شاہ صاحب میری بات سن کر محظوظ ہوئے اور اثبات میں سر ہلایا۔ گنبد کی گردن پر قبلہ رخ شاہ صاحب نے یہ عبارت لکھوائی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آرام گاہ مشائخ عالی نسب

۱۴۰۰ھ

وہ چہ عالی شان گنبد شد بنا بر قبور اولیائے محترم

سال تعمیرش ز لطف کردگار "چہ نور اینست زیبا" شد رقم

۱۴۰۰ھ

تاریخ تعمیر گنبد ماہ جمادی الآخر ۱۴۰۰ھ اپریل ۱۹۸۰ء

حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کو رافضیوں نے شہید کیا تھا۔ انہوں نے اس واقعہ سے برسوں پہلے یہ شعر کہا تھا

بہ لوح تربتِ من یافتند از غیب تحریرے کہ ایں مقتول را جز بے گناہی نیست تقصیرے

یہ شعر مجرّہ کی جنوبی پیشانی پر کندہ ہے۔

مجرّہ سے باہر جانب مشرق دو قبریں ہیں ان میں سے ایک قبر مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی کی والدہ آبادی بیگم کی ہے جو عوام میں بی اماں کے نام سے مشہور ہیں۔ مولانا محمد علی نے اپنے ایک شعر میں جو زبان زد خلائق ہے۔

اپنی والدہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا تھا۔

بولیں اماں محمد علی کی     جان بیٹا خلافت پہ دے دو

بی اماں کی قبر کی پائنتی جائے نماز کے سائز کا ایک سرخ پتھر نصب ہے۔ پہلے یہ پتھر ایک مکان کے اندر نصب تھا۔ شاہ زید ابوالحسن نے اسے وہاں سے ہٹا کر یہاں نصب کرایا ہے اس پتھر پر حضرت شاہ غلام علیؒ نے برسوں تہجد کے نوافل ادا کئے تھے۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کی خانقاہ مغلوں کے دورِ زوال میں بڑی بارونق تھی۔ روہیلوں کا ان کی طرف رجوع عام تھا۔ مرہٹوں کے ساتھ مقابلے کی اسکیمیں یہیں تیار ہوا کرتی تھیں۔ مرزا صاحب کے وصال کے بعد شاہ غلام علیؒ نے اردگرد کے مکانات خرید کر خانقاہ میں شامل کر لئے۔

سرسید احمد خان نے شاہ صاحب کے زمانے میں یہاں ملک ملک کے لوگ دیکھے تھے جو حصول فیض کے لئے شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ شاہ صاحب کے وصال کے بعد شاہ ابوسعید اور پھر شاہ احمد سعید سجادہ نشین ہوئے ان کے بعد یہ خانقاہ اجڑ گئی تاآں کہ گذشتہ صدی کے اواخر میں شاہ ابوالخیرؒ نے اسے دوبارہ آباد کیا۔

خانقاہ عالیہ کے موجودہ سجادہ نشین شاہ زید ابوالحسن جامعہ ازہر کے فاضل ہیں۔ انہوں نے مقامات خیر، حضرت مجددؒ اور ان کے ناقد اور ابن تیمیہؒ جیسی علمی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان دنوں موصوف شاہ اسماعیل شہید کے خلاف مواد جمع کرنے میں مصروف ہیں۔

خانقاہ شاہ ابوالخیر سے نکل کر میں اور علوی صاحب ندوۃ المصنفین آئے۔ مفتی عتیق الرحمن عثمانی فروری ۱۹۸۴ سے اپنے گھر میں مفلوج پڑے ہیں۔ مفتی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ موصوف مجھے دیکھتے ہی رونے لگے پھر اصرار کر کے ہمیں چائے پلائی اور مجھے رات کے کھانے پر مدعو کیا۔ الحمدللہ! فالج کے باوجود ان کا ذہن بالکل صحیح ہے۔ اور یادداشت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اس سے گذشتہ سفر میں مفتی صاحب نے اپنی ریڈیائی تقریروں کا مجموعہ "منارہ صدا" یہ عبارت لکھ کر اس ناچیز کو عطا فرمایا تھا۔

بخدمت گرامی برادر عزیز پروفیسر محمد اسلم صاحب

عتیق الرحمن عثمانی

مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانی، دارالعلوم دیوبند کے چھ بانیوں میں سے ایک بانی شاہ فضل الرحمن عثمانی کے پوتے مفتی اعظم دیوبند حضرت مولانا عزیز الرحمن عثمانی کے صاحبزادے اور مولانا شبیر احمد عثمانی کے بھتیجے ہیں۔ انہوں نے ۱۹۳۸ء میں ندوۃ المصنفین قائم کیا تھا، جو ایک اشاعتی ادارے سے بڑھ کر اب ایک علمی تحریک بن چکا ہے اس ادارے کا ماہانہ مجلہ برہان ۱۹۳۸ء سے بڑی باقاعدگی کے ساتھ چھپ رہا ہے۔ برعظیم پاک و ہند کی مختلف

یونیورسٹیوں میں اسلامی موضوعات پر پی ایچ ڈی کرنے والوں کے لیے اس کی فائلیں دیکھنا ناگزیر ہے۔
اگلے روز میں ناشتہ کے بعد دہلی یونیورسٹی گیا۔ وہاں شعبہ عربی میں ڈاکٹر خورشید احمد فاروق سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اپنی دو نئی تصانیف "تاریخ اسلام" اور "تاریخی تمدنی قانونی ادبی جائزے" عنایت فرمائیں ان کی تصانیف میں سے حضرت ابوبکر صدیق رض، حضرت عمر فاروق رض اور حضرت عثمان غنی رض کے سرکاری خطوط خاص طور پر مشہور ہیں۔ موصوف اپنی بعض نگارشات کی بنا پر دینی حلقوں میں اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھے جاتے۔
اسی شعبے سے ڈاکٹر نثار احمد فاروقی بھی منسلک ہیں۔ موصوف عربی زبان و ادب کے استاد ہیں لیکن اردو کے علمی و ادبی حلقوں میں زیادہ متعارف ہیں۔ موصوف، پروفیسر خلیق احمد نظامی، مولانا نسیم احمد فریدی، اور ڈاکٹر برہان احمد فاروقی کے قریبی عزیز ہیں۔ انہوں نے ہی امروہہ کے ایک کتب فروش کے ہاں دیوان غالب بخط غالب سراغ لگایا تھا۔ حال ہی میں "چشتی تعلیمات اور عصر حاضر میں ان کی معنویت" کے عنوان سے انہوں نے ایک بلند پایہ کتاب شائع کی ہے۔

شعبہ اردو میں خواجہ احمد فاروقی، ڈاکٹر تنویر احمد علوی اور فضل الحق صاحب جیسے فضلاء موجود ہیں۔ اس شعبہ میں ہر سال نظام لیکچر کے نام سے مختلف علمی موضوعات پر لیکچر کرائے جاتے ہیں جنہیں بعد میں بڑے اہتمام کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے۔ اب تک اس شعبہ نے "فلسفہ، شاعری اور اقبال"، "حضرت نظام الدین اولیاء، حیات اور تعلیمات"، "ہندوستانی کلچر کا ارتقاء تاریخ کے آئینے میں"، "اقبال نظریہ شعر اور شاعری"، "دکنی کلچر" اور "اوراق مصور، عہد وسطیٰ کی دہلی" جیسی بلند پایہ کتابیں شائع کی ہیں۔ جن کے مصنفین میں پروفیسر ظفر احمد صدیقی پروفیسر محمد حبیب، ڈاکٹر تارا چند، پروفیسر آل احمد سرور، پروفیسر ہارون خان شروانی اور پروفیسر خلیق احمد نظامی جیسے فضلاء کے نام آتے ہیں۔ پروفیسر فضل الحق صاحب نے یہ کتابیں راقم الحروف کو عنایت فرمائیں۔

شعبہ فارسی میں ڈاکٹر شریف الحسن قاسمی، ڈاکٹر نور الحسن انصاری اور ڈاکٹر امیر حسن عابدی سے ملاقات ہوئی۔ قاسمی صاحب نے اپنی تصنیف "دلپذیر" فارسی نثر کی تاریخ" اس عاجز کو عطا فرمائی۔ ان کے والد صاحب مولانا اخلاق حسین قاسمی صاحب نے مولوی احمد رضا خان کے ترجمہ قرآن کے بخیے ادھیڑ دیے ہیں۔ انہوں نے اس ترجمہ کو قرآن پاک کی معنوی تحریف ثابت کیا ہے۔

ڈاکٹر نور الحسن نے شعبہ فارسی کی طبع کردہ "راگ درپن" کا ایک نسخہ مجھے عطا فرمایا۔ یہ فن موسیقی پر فقیر اللہ سیف خان کی مشہور تصنیف ہے۔ فاضل مصنف شاہجہان اور اورنگزیب کے ہمعصر تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی ایک تالیف "امیر خسرو، احوال و آثار" بھی مجھے عنایت فرمائی۔ اس کتاب میں انہوں نے امیر خسرو کی حیات اور تصانیف پر برعظیم پاک و ہند کے نامور علماء و فضلاء کے مقالے جمع کر دیے ہیں۔ "خسرو کی غزل" کے عنوان سے

ان کا اپنا بھی ایک مقالہ اس کتاب میں شامل ہے۔

ڈاکٹر امیر حسن عابدی دو بار راقم الحروف کو شرف میزبانی بخش چکے ہیں۔ موصوف "ایوان غالب" کے سہ ماہی مجلہ "غالب نامہ" کی مجلس مشاورت کے ایک اہم رکن ہیں۔ انہوں نے مجھے ایوان غالب میں "غالب کے عہد کا لاہور" کے موضوع پر تقریر کرنے کی دعوت دی۔ میں نے ان کی دعوت پر وہاں ایک تقریر کی۔ اختتام تقریب پر موصوف نے مجھے غالب نامہ کا مکمل سیٹ اور متعدد علمی کتابیں عنایت فرمائیں۔ ان میں استاد چاند خان کی کتاب "موسیقی حضرت امیر خسرو" بھی شامل ہے جو تلاش بسیار کے باوجود مجھے بازار سے نہیں مل سکی تھی۔

"ایوان غالب" ایک عظیم ادارہ ہے جو غالب کے بارے میں ریسرچ کے لئے قائم ہوا تھا۔ بھارت کے سابق صدر فخر الدین علی احمد کی والدہ غالب کے منہ بولے بیٹے عارف کی پوتی تھیں۔ اس لئے موصوف غالب میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ ان کے دور وزارت میں یہ ادارہ قائم ہوا اور ان کے دور صدارت میں پروان چڑھا۔ اس ادارے میں ایک شاندار لائبریری کے علاوہ ایک عجائب گھر بھی ہے جہاں غالب کے عہد کی چیزیں نمائش کے لئے رکھی ہوئی ہیں۔ کسی فن کار نے بڑی محنت کے ساتھ "دلی کا آخری یادگار مشاعرہ" کی تمثیل بنائی ہے۔ غالب۔ ذوق۔ مومن۔ شیفتہ اور آزردہ جیسے شعراء کے مجسمے بنائے گئے ہیں اور انہیں اسی عہد کے لباس میں مشاعرہ میں بیٹھے دکھایا گیا ہے۔ ایک کاریگر نے غالب کے گھر کی منظر کشی کی ہے۔ غالب کی اہلیہ ایک چوکی پر بیٹھی وضو کر رہی ہے۔ اور غالب جوتے اتار کر گھر میں داخل ہو رہا ہے۔ یہ ایک مشہور لطیفہ کی تمثیل ہے۔

ایوان غالب، ماتا سندری روڈ پر حضرت شاہ ولی اللہ کی درگاہ کے عقب میں اندازاً دو فرلانگ کے فاصلے پر ہے۔ دہلی میں غالب اکیڈمی کے نام سے بھی ایک ادارہ قائم ہے۔ جو بستی حضرت نظام الدینؒ میں غالب کی قبر سے بالکل قریب ہے۔ یہ ادارہ ہمدرد دواخانہ کے متولی حکیم عبدالحمید صاحب نے غالب پر تحقیق کے لئے قائم کیا تھا۔ اس کی پانچ منزلہ عمارت میں ایک لیکچر ہال، عجائب گھر، لائبریری اور ریسرچ اسکالرز کے قیام کے لئے کمرے موجود ہیں۔

ایوان غالب سے مہندیوں کی طرف آتے ہوئے میر درد روڈ پر سے گذرنا ہوتا ہے۔ اس سڑک کے مغربی سرے پر ایک چھوٹی سی بستی "شکور کی ڈنڈی" کے نام سے موسوم ہے۔ اس بستی میں ایک مسجد ہے جس میں آزادی سے قبل مولانا احتشام الحق تھانوی مرحوم جمعہ کا خطبہ دیا کرتے تھے۔ اس مسجد کے جنوب میں ایک احاطے کے اندر چار قبریں ہیں ان میں سے ایک قبر پر جو کتبہ نصب ہے اس پر یہ عبارت مرقوم ہے۔

هو الناصر — امیر المحمدیؒ خواجہ محمد ناصر عندلیب (والد خواجہ میر درد)

مصنف فارسی ) نالۂ عندلیب رسالہ ہوش ربا قلمی — ولادت ۲۵ شعبان ۱۱۰۵ھ وفات ۲ شعبان ۱۱۷۲ھ

دوسری قبر مشہور صوفی اور اردو زبان کے مایۂ ناز شاعر حضرت خواجہ میر درد کی ہے۔ خواجہ صاحب پہلے شاعر ہیں جنہوں نے اردو غزل کی بنیاد خالص عشق حقیقی پر رکھی ہے۔ موصوف وحدت الشہود کے حامی تھے اور اس موضوع پر ان کا یہ شعر ضرب المثل بن چکا ہے۔

ارض و سما کہاں تیری وسعت کو پا سکے — میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

ان کے لوح مزار پر یہ عبارت منقوش ہے۔

ہو الناصر — اول المحمدیین خواجہ میر درد

مصنف رسالہ اسرار الصلوٰۃ۔ واردات۔ علم الکتاب۔ نالۂ درد۔ آہ سرد۔ درد دل۔ شمع محفل۔ دیوان فارسی اور دیوان اردو۔ ولادت ۱۹ ذیقعدہ ۱۱۳۳ھ وفات ۲۴ صفر ۱۱۹۹ھ

خواجہ میر درد کے پہلو میں ان کے چھوٹے بھائی میر اثر محو خواب ابدی ہیں۔ ان کی قبر پر جو کتبہ نصب ہے اس پر یہ عبارت کندہ ہے۔

ہو الناصر — خواجہ محمد میر اثر محمدی (برادر خورد خواجہ میر درد)

مصنف۔ مثنوی خواب و خیال۔ مثنوی بیان واقعہ۔ دیوان اثر — وفات صفر ۱۲۰۹ھ

اسی احاطے میں چوتھی قبر میر الم کی ہے اور لوح مزار پر یہ عبارت درج ہے۔

ہو الناصر — صاحب میر الم محمدی الملقب (بہ) خواجہ ضیاء الناصر (فرزند خواجہ میر درد)

وفات ۱۲ جمادی الثانی ۱۲۱۵ھ

اس احاطۂ قبور سے چند قدم کے فاصلہ پر وہ تہ خانہ شکستہ حالت میں موجود ہے جہاں خواجہ میر درد عبادت کیا کرتے تھے۔

دن رات میں لاکھوں افراد پرانی دلّی سے نئی دلّی جاتے ہوئے ان مزارات کے قریب سے گذر جاتے ہیں لیکن ان میں سے شاید ہی ایک آدھ کو یہ علم ہو کہ اس جگہ مسلمانوں کا کتنا قیمتی خزانہ دفن ہے۔

چپے چپے پہ ہیں یاں گوہر یکتا تہ خاک
دفن ہوگا نہ کہیں اتنا خزانہ ہرگز

(باقی)

خط و کتابت و ترسیل زر کے لئے
خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے

# جہادِ افغانستان
## اور ہمارے
# حقانی فضلاء

مرتب : مولانا عبدالقیوم حقانی

## زعماء جہاد حضرۃ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ کی مجلس میں

۱۸ مارچ ۱۹۸۳ء ـــــ حضرتِ اقدس شیخ الحدیث مدظلہٗ نمازِ جمعہ سے فارغ ہوئے تو معتقدین اور مہمانوں نے گھیر لیا سب کی تمنّا مصافحہ اور دعا کی درخواست تھی، اسی دوران افغان مجاہدین کا ایک بڑا وفد حاضر ہوا جس میں نور المدارس غزنی کابل اور زیادہ تر دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء تھے، وفد کی رہنمائی مولانا دوست محمد افغانی فاضل حقانیہ اور قیادت مولانا زعفرانی حقانی کر رہے تھے۔ مولانا سید عبدالستار حقانی مولوی معراج الدین حقانی، ملا حمید اللہ حقانی، ملا خلیل الرحمٰن واعظ اور امان اللہ خان واعظ کے علاوہ قاری محمد اکرم اور مجاہد عظم خان بھی وفد میں شریک تھے۔

قائدِ وفد : حضرت! ہمارا یہ وفد غزنی کے محاذِ جنگ سے تعلق رکھتا ہے۔ اور حاضرِ خدمت ہوا ہے۔ جہاں ہمارے ساتھ دیگر علماء اور مشائخ کے علاوہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے تقریباً ۴۰ فضلاء مصروفِ کار اور دشمن سے برسرِ پیکار ہیں۔ سب کی خواہش اور تمنّا یہی تھی کہ آپ کی زیارت و ملاقات کیلئے حاضر ہوں اور دعائیں حاصل کریں۔ چونکہ محاذِ جنگ کے کمزور پڑ جانے کا اندیشہ تھا اس لئے سارے حاضرِ خدمت نہ ہو سکے۔ سب رفقاء سلام عرض کر رہے تھے اور دعا کی درخواست بھی۔ ہماری آمد کا مقصد بھی یہی ہے کہ محاذِ جنگ کی کارکردگی، جہادِ افغانستان کی مجموعی کامیابی اور اہم حالات و واقعات سے آپ کو آگاہ کر دیں۔ اور بعض پیش آمدہ مسائل میں مشورہ کے علاوہ مزید کامیابی اور فتح مندی کیلئے آپ سے دعا کرائیں۔

حضرت نے دیر تک دعا کی اور فرمایا کہ ہم بوڑھوں پر آپ بہت بڑا احسان کرتے ہیں کہ گاہے گاہے زیارت و ملاقات کا شرف بخش دیتے ہیں۔

حضرت شیخ : آپ کا محاذِ جنگ کونسا ہے ؟

**قائد وفد** | میں نے ابھی عرض کیا تھا کہ ہمارا یہ وفد اور اس کے علاوہ ہمارے تین سو رفقاء غزنی کے محاذِ جنگ پر دشمن سے برسرِ پیکار ہیں ہمارا یہ محاذِ جنگ بھی ایسی جگہ واقع ہے کہ چاروں طرف سے دشمن کا گھیرا ہے اور ہم بیچ میں محصور ہیں۔

**حضرت شیخ** | جی ہاں، آپ حضرات سرحدات کی حفاظت کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک سرحدات کی حفاظت کرنے والوں کا مقام بلند اور درجات عالی ہیں۔ رباط یوم و لیلة خیر من الدنیا وما فیہا۔ (الحدیث) سرحدات پر دشمن کے مقابلہ میں ایک رات کی ڈیوٹی دنیا و ما فیہا کی تمام نعمتوں سے افضل ہے۔ وجہ یہ ہے کہ سرحدات پر ہر ہر لمحہ دشمن کے مقابلہ میں چوکنا رہنا پڑتا ہے اور ہر لمحہ عزیز جان اور قیمتی زندگی خطرہ میں رہتی ہے۔ سرحدات کے محافظ کو ہر آن یہ یقین رہتا ہے کہ شاید یہ یہ گھڑیاں اسکی زندگی کے آخری لمحات ہوں۔ اللہ پاک آپ سب کو کامرانی اور فتحمندی سے نوازے اور دنیا و آخرت کی لازوال نعمتوں سے مالا مال کر دے، آپ لوگوں کے یہ نورانی چہرے دیکھ دیکھ کر، حقیقت یہ ہے کہ ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ کچھ لوگ دنیا کے لئے لڑتے ہیں، کچھ ملک و وطن کے لئے، اور بعض ایسے بھی ہیں جو قومیت اور لسانیات کیلئے کٹ مرتے ہیں اور بعض ملک و مال اور دولت و جائیداد کیلئے لڑتے ہیں، مگر آپ بڑے خوش نصیب ہیں کہ اللہ کے دین کی سربلندی اور اسلام کی فتحمندی کیلئے اور صرف خدا کی رضا کیلئے لڑتے ہیں اور آپ کے جہاد کا واحد مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔

——جہادِ افغانستان کا سہرا آپ علماء حضرات کے سر ہے، وہاں کے اکابر مشائخ اور علماء افغان مجاہدین کے زعماء اور دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء جب یہاں تشریف لاتے ہیں اور جو نہیں آ سکتے وہ خطوط کے ذریعہ میدانِ جنگ کی رپورٹیں اور حالات و واقعات کی اطلاع دیتے رہتے ہیں۔ تو میں ان کے واقعات حالات، ان کی جوانمردی، پامردی اور ثابت قدمی، اللہ کی غیبی نصرتیں، اور حیرت کن حالات و واقعات سن سن کر اپنے رفقاء اور یہاں کے طلباء سے کہتا رہتا ہوں کہ ہم نے جو کتابوں میں بدر و احد اور تبوک و حنین کے مجاہدین کے ساتھ جو اللہ کی غیبی نصرتوں اور کرامات کے جو واقعات پڑھے ہیں، رب ذو الجلال کے وہی اکرام و الطاف، افغانستان کے مجاہدین، میدانِ جہاد میں خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں۔

**قائد وفد** | جی ہاں! حال ہی میں ہمارا ایک سپاہی تھا اچانک اس کا روسی فوج سے مقابلہ ہو گیا تو اللہ پاک نے اسی ایک مجاہد سپاہی کے ہاتھوں بارہ ۱۲ مسلح روسی فوجی گرفتار کرائے۔ الحمدللہ کہ ہر محاذ پر ہر لڑائی میں اور تقریباً ہر میدان میں مجاہدین کے مقابلہ میں روسیوں کو زبردست شکست اٹھانی پڑتی ہے۔ اور اب تو ہمارا دعویٰ ہے ایک مجاہد اور سو روسی فوجی۔ انشاء اللہ مجاہد فتحیابی اور روسی ہزیمت

پائیں گے۔ یہ صرف دعویٰ ہی نہیں بلکہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ اگر ادھر ایک مجاہد شہید ہوتا ہے تو اس کے مقابلہ میں سو روسی فوجی جہنم رسید ہو چکے ہوتے ہیں۔

حضرت شیخ | روس نے افغانستان کے نہتے مسلمانوں کے خلاف جدید ترین اسلحہ اور زہریلی گیسیں استعمال کر کے انتہائی ظلم سفاکانہ جارحیت اور درندگی کا ثبوت دیا ہے۔

قائد وفد | مگر اس کے باوجود اللہ رب العزت کے فضل و کرم اور آپ حضرات کی دعاؤں کے صدقہ ہر میدان میں اسے مجاہدین کے ہاتھوں شکست فاش ہوئی ہے اور ایسے موقعوں پر مجاہدین کیساتھ رب نصیر کی جو غیبی نصرتیں ہوتی ہیں ان کے مشاہدہ سے انسان حیران رہ جاتا ہے۔ ایک مرتبہ ایک محاذ پر چند مٹھی بھر رفقاء کا روسی دشمن کے تین سو ٹینکوں اور چالیس بمبار طیاروں سے مقابلہ ہوا، دشمن کی طاقت اور یلغار دیکھ کر، اس وقت ہمارا خیال تھا بلکہ یقین کہ آج مجاہدین میں کوئی بھی زندہ بچ کر نہیں رہے گا۔

—— مگر جب لڑائی ختم ہوئی اور مجاہدین نے رفقاء کا حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ سوائے ایک دو کے شہید ہونے کے باقی سب صحیح سالم موجود تھے۔

حضرت شیخ | مجاہدین کا ولولہ اور عزائم ............

قائد وفد | اگر مجاہدین کا یہی ولولہ اور اتحاد قائم رہا تو ہم دو سو سال تک آسانی سے روس کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

حضرت شیخ | بلی ان تتقوا و تصبروا۔ تقویٰ اور صبر کامیابی کا اصل گر اور غلبہ و فتحمندی کی شرط اول ہیں، جب انسان اللہ رب العزت کے بتائے ہوئے ان دو اصولوں پر کاربند ہو جائے تو اللہ کریم اپنی غیبی خزانوں سے اسکی مدد فرماتے ہیں۔ اور جیساکہ قرآن مجید میں اللہ میاں نے اس کا وعدہ فرمایا ہے۔ یمددکم بخمسة الاف۔

(مجاہدین سے) آپ کے مقبوضہ علاقوں کی کیا صورت حال ............

قائد وفد | صرف چند مرکزی مقامات کے علاوہ باقی ہر جگہ مجاہدین کا اپنا تسلط اور قبضہ ہے۔ روسی فوج اپنے مقبوضہ مخصوص بڑے شہروں سے باہر قدم بھی نہیں رکھ سکتی جیساکہ ہمارے رفقاء اور مجاہدین کھلے بندوں ان کے شہروں اور بازاروں نہیں گھوم پھر سکتے۔ ہم نے اپنے مقبوضہ علاقوں میں پھر سے مدارس قائم کر دئے ہیں۔ دینی علوم کی تعلیم جاری ہے۔ اور وہاں کا نظام حکومت بھی مجاہدین کے زیر نگرانی بلکہ انہی کا قائم کردہ اور خالص اسلامی ہے۔ حدود قصاص اور شرعی قوانین نافذ العمل ہیں، معاملات اور ہر قسم

کے مقدمات کے شرعی فیصلہ جات وہاں کی شرعی عدالتیں کرتی ہیں۔

حضرت شیخ | روسی اور کارمل فوج میں آپ کوئی امتیاز کی ......

نائب وفد | جی نہیں ، ہمارے نزدیک دونوں ایک برابر ہیں ۔ روسی فوج ہو یا کارمل کا رندے، مقابلہ میں جو بھی ہاتھ لگتے ہیں ہم انہیں گرفتار کر لیتے اور اپنی فوجی کاروائی کرتے ہیں۔

حضرت شیخ | تو کارمل فوج میں جو مسلمان غلط فہمی سے شریک ہیں ......

ایک مجاہد | جو مسلمان غلط فہمی کا شکار تھے اور نادانی سے کارمل فوج کا ساتھ دے رہے تھے ان کو تو اللہ پاک نے صحیح فکر اور ٹھیک سوچنے اور سمجھنے کی توفیق دیدی ہے ۔ لہذا وہ کارمل فوج سے علیحدہ ہو کر مجاہدین سے آملے ہیں ۔ باقی جو رہ گئے ہیں یہ خالص پرچمی خلقی اور روسی ذہن اور روسی عقیدہ کے لوگ ہیں۔

جب حضرت شیخ کے دریافت کرنے پر مولانا زعفرانی نے آپ کو بتایا کہ باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت نورالمشائخ زندہ ہیں مگر ان سے تاحال کسی کی ملاقات نہیں ہو سکی ۔ تو حضرت شیخ نے فرمایا : الحمد للہ الحمد للہ کہ حضرت نورالمشائخ زندہ ہیں ۔ اس خبر سے دل کو سرور حاصل ہوا اور قلبی مسرت ہوئی ۔ اللہ پاک ان کو محفوظ اور تادیر زندہ وسلامت رکھے اور دشمن کی قید سے رہائی عطا فرماوے ۔

اس کے بعد مجاہدین کی درخواست پر حضرت شیخ نے دعا فرمائی ۔ دعا کے دوران حضرت کی آواز گلوگیر تھی ۔ مجاہدین کی آنکھیں اشکبار تھیں ۔

دعا سے فراغت کے بعد مجاہدین کا وفد ابھی روانہ نہیں ہوا تھا کہ اچانک ایک بڑے قد آور سفید ریش بزرگ مسجد میں داخل ہوتے سب کی نگاہیں ادھر اٹھ گئیں کہ ایک مجاہد نے فوراً آگے بڑھ کر آنے والے مجاہد کا حضرت شیخ سے تعارف کرایا ۔ کہ حضرت ! مولانا محمد یوسف صاحب تشریف لا رہے ہیں جو جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے فاضل ہیں اور جنگ کے مختلف محاذوں پہ لڑ چکے ہیں اور کئی پلٹنوں کے امیر ہیں ( افسوس کہ دو ماہ قبل موصوف انتہائی بے دردی اور مظلومیت سے شہید کر دئے گئے ہیں حضرت شیخ سے ان کا جو مذاکرہ ہوا تھا وہ آئندہ قسط میں نذر قارئین کر دیا جائے گا ۔ (مرتب) )

# وفاق المدارس کا مجوزہ نصاب تعلیم

اور

## مجلس عاملہ کے نام سرپرست وفاق المدارس شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کا پیغام

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے شائع کردہ نصاب تعلیم پر نظر ثانی کی غرض سے ۲۸ نومبر کو ملتان میں وفاق کی مجلس عاملہ کا اجلاس منعقد ہوا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ بھی کئی وجوہ سے مجوزہ نصاب کو ناتمام اور قابل ترمیم سمجھتے تھے اور حضرت کی یہ خواہش تھی کہ وفاق المدارس کے ارباب حل وعقد اور نصاب کمیٹی نئے حالات کے تقاضوں کو مدنظر رکھنے کے ساتھ ساتھ درس نظامی کے دو سو سالہ کامیاب نصاب تعلیم، اس کے نتائج و ثمرات اور اکابر کے مشاہدات وارشادات اور اصول و تجربات کو بھی ملحوظ رکھیں۔ چنانچہ ۲۶ نومبر کو آپ نے دارالعلوم کے اساتذہ کی میٹنگ بلائی اور خود بھی باوجود تکلیف و شدت ضعف و نقاہت کے میٹنگ میں موجود رہے۔ جس میں نصاب تعلیم پر کافی غور و خوض ہوا۔ اہم تجاویز و ترامیم زیر بحث آئیں۔ چنانچہ حضرت شیخ الحدیث اور دارالعلوم کے فاضل اساتذہ کی آراء و تجاویز احقر نے بطور نمائندہ شیخ الحدیث ۲۸ نومبر کو مجلس عاملہ کے اجلاس میں پیش کیں اور بحث میں حصہ لیا۔ اور اب نصاب کے بارے میں ۲۱ رکنی کمیٹی قائم کردی گئی جو درس نظامی کو باقی رکھتے ہوئے جدید تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر نصاب کی تشکیل جدید کرے گی۔ اس موقعہ پر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے وفاق کی مجلس عاملہ کے معزز ارکان کے نام جو پیغام لکھوایا اور احقر نے پڑھ کر سنایا

ان ایام میں مولانا سمیع الحق صاحب سفر مصر پر تھے جس کی وجہ سے اجلاس میں شرکت نہ کرسکے۔ (عبدالقیوم حقانی)

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرات علماء کرام و مشائخ عظام! کاش مجھے اعذار نہ ہوتے، یا کم از کم یہیں آنے جانے کی طاقت ہوتی اور صحت

اجازت دیتی تو میں اس اجلاس میں ضرور شرکت کرتا۔ اپنے اکابر و مشائخ سے زیارت و ملاقات بھی ہو جاتی اور نصاب تعلیم سے متعلق تبادلۂ خیال بھی ہو جاتا۔ مگر یہ تمنا پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ تاہم اپنے اکابر علماء، جو کشتی ملت کے ناخدا ہیں ان کی خدمت میں ایک گذارش اور درخواست پیش کرتا ہوں۔ کہ مجلس عاملہ کا حالیہ اجلاس نصاب تعلیم پر غور کرنے کے لئے منعقد ہوا ہے۔ جہاں تک نصاب تعلیم سے تمام ضروریات زندگی کی تکمیل کا مسئلہ ہے تو یہ ایک حقیقت ہے کہ نصاب اپنی تمام خوبیوں اور امتیازات و خصوصیات کے باوصف، تمام ضروریات زندگی کی تکمیل نہیں کرتا۔ آج تک کوئی ادارہ، کوئی جماعت، کوئی ذمہ دار اور حقیقت پسند شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکا۔ کہ ہمارا نصاب تعلیم زندگی کی تمام ضروریات کو حاوی ہے۔

مگر اصل بات یہ ہے کہ نصاب تعلیم ایک ملکۂ خاص کا ضامن ہے۔ جو انسان کی زندگی میں قدم قدم پر رہنمائی و قیادت کا کام دے سکے۔ نصاب تعلیم زندگی کے تمام تقاضوں اور ضروریات کی تکمیل کا ضامن نہیں ہوتا۔ البتہ صحیح اور ایک جاندار نصاب تعلیم سے طلبہ میں ایک ملکہ، ایک صلاحیت اور صحیح ذوق پیدا ہو جاتا ہے جس کی بناء پر طلبہ کے لئے ہر نوع کا علمی موضوع خواہ اس کا تعلق انسانی زندگی کے کسی بھی شعبہ سے کیوں نہ ہو آسان ہو جاتا ہے۔ درس نظامی کی تاریخ اور دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ، علماء اور فضلاء میں یہی چیز ہے جو سب میں نمایاں نظر آتی ہے۔ تو اس وقت آپ کسی ایک مدرسہ کے ذمہ دار، منتظم یا صرف مدرس کی حیثیت سے نہیں سوچ رہے اور نہ ہی اس وقت آپ ایک کلاس کے استاد کی حیثیت سے سوچ رہے ہیں اور نہ ہی آپ کا دائرہ اثر ایک محدود حلقہ ہے۔ بلکہ آپ ملت اسلامیہ کا سرمایہ افتخار، پاکستانی علمی برادری کے گل سرسبد اور خلاصہ اور نظام تعلیم اور علمی حلقوں کے قائد ہیں۔ آپ مستقبل کے نئے علمی حلقوں، دینی مدارس اور ان میں تعلیم پانے والے نونہالان ملت کے ذہن اور دل و دماغ کا سانچہ ہیں جو آپ ہی کے دئے ہوئے نصاب تعلیم میں ڈھل کر تعمیری ترقی کر کے ملی اور قومی زندگی میں ایک اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ آپ کسی ایک مدرسہ کے نصاب تعلیم کے بارے میں نہیں سوچ رہے بلکہ اس وقت آپ کی حیثیت درحقیقت اس کھیون ہار کی ہے جو ڈوبتی ہوئی نیا کو ساحل مراد تک پہنچانے کے لئے سب کچھ سے بے نیاز ہو کر میدان عمل میں کود آیا ہو۔ آج نہ صرف یہ نہیں کہ ملت اسلامیہ اور اہل اسلام عالمی سطح پر ایک صحیح اور جاندار اسلامی اور علمی قیادت سے محروم ہیں بلکہ ملکی اور جماعتی سطح پر بھی اس کا شدید فقدان محسوس کیا جا رہا ہے۔

اگر آپ بہتر نصاب تعلیم کا روشن چراغ لے کر مستقبل کی جاندار علمی و اسلامی قیادت کی تلاش شروع کر دیں تو یقین جانیں کہ آپ کو ہمارے دینی مدارس کے فضلاء اور طلباء میں ایسے باہمت اور باصلاحیت اور صاحب عزیمت افراد ضرور مل جائیں گے جن کے پختہ عزم صحیح فیصلہ اور عظیم حوصلہ سے ملت کی تقدیر بدل سکتی ہے اور ایک عظیم اسلامی انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک طویل علمی رہ نوردی اور تحقیق و جستجو کے بعد آپ حضرات جن نتائج تک

پہنچے ہیں۔ اس کا ماحصل، ہمارے دینی مدارس کا نصاب تعلیم قرار پانے والا ہے تو اس لحاظ سے تو آپ ایک نصاب تعلیم نہیں بلکہ ملت اسلامیہ کے نوخیز نونہالوں کا ذہن، عقیدہ اور دل و دماغ تیار کر رہے ہیں۔

قوم نے آپ حضرات پر اعتماد کیا ہے۔ اور نصاب تعلیم جیسی اہم ترین ذمہ داری کا اہل قرار دیا ہے۔ کتنی اور کیسی کیسی توقعات آپ سے وابستہ اور قائم کی گئی ہیں۔

عالم اسلام کے موجودہ دور زوال و انتشار اور لادینیت و مغربیت مادہ پرستی و معدہ پرستی کے عالمگیر سیلاب ... پر۔ علماء اسلام کی بالعموم اور وفاق المدارس کے حالیہ اصلاح نصاب کے اجلاس شرکا کی بالخصوص ذمہ داریاں پہلے سے کئی گنا زیادہ ہو جاتی ہیں۔

نصاب تعلیم میں غور و فکر اور ترمیم و اضافہ کا مطمح نظر مدرسہ کی تعلیم، مدرسہ کے طالب علم کی ذمہ داری، اسباق کی ترتیب، اوقات کا لحاظ، محنت و مطالعہ اور تکرار کے اوقات۔ دماغی سکون اور دماغی صلاحیتوں کو جلا دینے اور صیقل کرنے والے ذرائع، اکابر و اسلاف کے علوم و معارف سے وابستگی علمی کمالات، امتیاز و اختصاص، صدق و اخلاص کے ساتھ ساتھ موجودہ دور میں اس کا کردار، دنیا کے نقشہ میں اس کی حیثیت، اور جان بلب ملت مرحومہ اور مطلق انسانیت کے لئے اس کی مسیحائی و جاں نوازی اور اس کے عظیم علمی و دعوتی مقاصد اور فوائد کی اہمیت ہونا چاہئے۔

مجھے امید ہے کہ آپ حضرات اس سلسلہ میں مزید غور و خوض جاری رکھیں گے۔ تا آں کہ مقصود تک رسائی ہو اللہ آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔

بندہ عبدالحق غفرلہ،

مہتمم دارالعلوم حقانیہ۔ اکوڑہ خٹک پشاور

القصيدة فی رثاء حکیم الاسلام الحاج القاری محمّد طیّب قاسمی نور اللّٰہ مرقدہٗ

از حافظ محمد ابراہیم فانیؔ مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

★

وسیعُ الحلم مسهودُ الانامِ          تسیم العلم محمود المقامِ
ذکی النفس محسود الزمانِ          واعلی النّاس عزّا واحترامِ
وحیدُ العصر لیس له ندیدٌ          جمیل ذو احتشامٍ واعتصامِ
خطیبُ المعیُّ سوزعیٌّ          نبیل ماجد فخر العظامِ
شهیرٌ فی المشارق والمغارب          وفی الاطرافِ کالبدر التمامِ
شهابٌ ثاقبٌ صدر الافاضل          ومشکوٰة المعارف فی الظلامِ
ونبراسُ الجهابذ والاکابر          واذکی النّاس من خاص وعامِ
وشیخٌ للشریعه والطّریقه          وحجة ربّ قدّوسٍ سلامِ
امین العامِ فی دار العلوم          وکنز الخیر مولی الاهتمامِ
هو الغواص فی بحر المعانی          فرید الدهر ذو العز الجسامِ
افاض الخیر فی برّ و بحر          وفی شرق وغربٍ بالتّمامِ
وشمس العلم والعرفانِ حقّاً          محی السنّة الغرّاء وحامِ
جلیلٌ اعتلا قدرًا ومجدًا          حکیمٌ بارعٌ ذو احتشامِ
فقدنا نقش شبّیر وقاسِم          دَفنّا عکس انوار الظلامِ
وَلَم نفقده کلّا بل فقدنا          مطاعًا شیخ اسلافٍ کرامِ
فروحی فی اضطرارٍ واضطرابٍ          وکربٍ واحتراقٍ بالدّوامِ
بحُورُ الدّمع جارٍ من عیونی          یسیلُ الدّمُّ عن قلبٍ هیامِ
الٰهی اَسقِه مِن حوض خُلدٍ          واجعَل دارہ دار السّلامِ
وعامله برفق ثم لطفٍ          بجاہِ نبیّنا خیر الانامِ
سلام الوجد من فانٍ بروحه          وشوق الوصل فی یوم القیامِ

عبدالقیوم حقانی

# دارالعلوم کے شب و روز

**مولانا سمیع الحق کا دورۂ مصر** | حکومت مصر کے صدر حسنی مبارک کی دعوت پر مجلس شوریٰ پاکستان کا ایک پارلیمانی وفد ۲۸ نومبر کو مصر کے چھ روزہ دورہ پر روانہ ہوا۔ چھ ارکان پر مشتمل اس وفد کی قیادت وفاقی مجلس شوریٰ کے چیئرمین خواجہ محمد صفدر کر رہے ہیں اور مولانا سمیع الحق صاحب بھی اس میں شامل ہیں۔ یہ وفد ۴ دسمبر تک مصر کا دورہ کرے گا واپسی میں مولانا سمیع الحق صاحب بغرض عمرہ سعودی عرب میں ۳ روز قیام کریں گے۔ اور ۷ دسمبر کو جدہ سے روانہ ہو کر دبئی، ابوظہبی میں دو دن قیام کریں گے۔ اور وہاں کے علمی و دینی اداروں اور احباب سے ملیں گے۔ انشاء اللہ ۱۰، ۱۱ دسمبر تک آپ واپس ہوں گے۔

**نئی تعمیرات** | دارالعلوم حقانیہ کے مغربی جانب دارالمدرسین کے احاطہ میں اساتذہ کے لئے نئے مکانات کی شدید ضرورت تھی اس لئے فوری طور پر تین مکانات کی تعمیر کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ ۱۱ محرم الحرام کو حضرت شیخ الحدیث نے سنگ بنیاد رکھا۔ دارالحدیث میں اس تعمیر میں خیر و برکت کی دعا ہوئی۔ اور بحمداللہ کام تیزی سے شروع کر دیا گیا۔

**تبلیغی قافلے** | ۲۴ محرم الحرام سے حسب سابق امسال بھی تبلیغی جماعت کے سالانہ اجتماع میں شرکت کی غرض سے دارالعلوم کے کئی اساتذہ و طلبہ کے قافلے رائے ونڈ روانہ ہوئے۔ جناب مولانا سمیع الحق صاحب اور مولانا انوارالحق صاحب نے بھی شرکت اور اکابر علماء سے زیارت و ملاقات کی۔ دوسری طرف پشاور، کوہاٹ، دیر، چترال، سوات، باجوڑ وغیرہ سے اجتماع میں شریک ہونے والے بڑے بڑے قافلے دارالعلوم آکر رکتے اور قدرے قیام کرتے رہے۔ ادھر کے اضلاع مالاکنڈ ایجنسی، کوہاٹ، دیر، چترال اور سوات وغیرہ کے ہمیشہ یہ معمول رہا ہے کہ اجتماع کو جاتے اور واپس آتے وقت دارالعلوم ٹھہرتے اور یہاں کے اساتذہ و طلبہ سے ملاقات کرتے اور دارالعلوم دیکھتے ہیں۔ مہمانوں کی کثرت کے باعث جگہ جگہ روشنی کا انتظام کیا گیا۔ طلبہ نے بڑے سلیقے سے مہمانوں کی راہ نمائی اور خدمت کی۔ ان دنوں دارالعلوم باجماعت نمازوں میں مسجد اور اطراف بھر جاتے۔

**نادیۃ الادب** | استاد المکرم مولانا سمیع الحق صاحب کی دیرینہ خواہش تھی کہ طلبہ میں علمی، ادبی، تاریخی، تحریری اور تقریری صلاحیتیں اجاگر ہوں۔ زمانہ کے حالات، انقلابات اور جدید نظریات، الحاد و دہریت اور فرق ہائے باطلہ

...مقابلہ کے لئے بدلتے ہوئے حالات کے تقاضوں کے مطابق تیاری کریں۔ چنانچہ اسی غرض سے موصوف کے دورے ہوئے خیالات کے مطابق احقر نے دارالعلوم کے بعض دیگر فاضل اساتذہ کے تعاون سے طلبہ کی ایک علمی مجلس «نادیۃ الادب» کے نام سے قائم کی جس سے دارالعلوم کے طلبہ میں علمی و مطالعاتی ذوق کی نئی لہر دوڑی۔ احقر کے علاوہ «نادیۃ الادب» کے طلبہ کو دارالعلوم کے دیگر اساتذہ مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب، مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب فانی کا تعاون بھی حاصل رہے گا۔

**واردین اعمادرین** | ۵ صفر کو شارجہ کے محکمہ اوقاف کے ایک افسر جناب شعیب احمد علی صاحب دارالعلوم تشریف لائے۔ جمعہ کا دن تھا، عام تعطیل تھی۔ جناب مولانا سمیع الحق صاحب سے ملاقات کی اور آپ کی معیت میں دارالعلوم کی لائبریری، موتمر المصنفین، دارالتجوید اور مختلف شعبے دیکھے تو بے حد محظوظ ہوئے۔ اور طلبہ سے بہت اچھا تاثر لیا۔

۹ صفر کو جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے مہتمم حضرت العلام مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب دارالعلوم تشریف لائے۔ حضرت شیخ الحدیث سے دفتر اہتمام میں ملاقات کی اور تبادلۂ خیال کیا۔

۱۰ صفر کو مولانا محمد فہیم صاحب (دوبئی) اپنے چند رفقاء کے ساتھ تشریف لائے۔ دفتر اہتمام میں حضرت شیخ الحدیث سے ملاقات کی۔ جناب مدیر الحق سے بھی ملے اور ان کے دورۂ مصر و سعودی عرب کے موقع پر دوبئی کا بھی پروگرام ترتیب دیا گیا۔ ۱۶ محرم کو مجلس تحفظ حقوق اہل سنت والجماعت کے سکریٹری جنرل نے مولانا عبدالمجید صاحب ندیم حضرت شیخ سے ان کے دولت کدہ پر ملاقات کی۔ پھر دارالعلوم تشریف لائے۔ اسی روز دوپہر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے صاحبزادے جناب مولانا سید ابو معاویہ بخاری اپنے رفقاء کی ایک جماعت کے ساتھ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے حضرت شیخ الحدیث کی بیمار پرسی کی۔ عشاء کے بعد جامع مسجد دارالعلوم میں طلبہ سے خطاب فرمایا اور رات قیام کرکے دوسرے دن واپس تشریف لے گئے۔ ۱۸ محرم کو مولانا عبدالقدوس ہاشمی جج وفاقی شرعی عدالت دارالعلوم تشریف لائے۔ اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے تبادلۂ خیالات کیا۔ ۱۴ صفر کو لندن سے جناب غلام محمد اسمٰعیل اپنے رفقاء کے ہمراہ دارالعلوم تشریف لائے اور حضرت شیخ الحدیث کی ملاقات کی۔ اور مولانا سمیع الحق صاحب سے موتمر المصنفین کی بعض کتابوں بالخصوص ان کی تالیف اسلام اور عصر حاضر کا انگریزی میں ترجمہ کرنے کی خواہش ظاہر کی۔

**سہ ماہی امتحانات** | ۲۰ صفر دارالعلوم حقانیہ کے سہ ماہی امتحانات شروع ہوئے جو ہفتہ بھر جاری رہے۔ امتحانات کے بعد تین یوم تعطیل رہی اور پھر حسب سابق تعلیم جاری ہوگئی۔ ایام تعطیل میں رخصت پر جانے والے اساتذہ و طلبہ سب واپس پہنچ گئے ہیں۔

مجلس شوریٰ پاکستان

اجلاس نومبر ۸۳ء

# مولانا سمیع الحق کی چند تحریک التوا

جنہیں بعض قومی و ملی مسائل پر مولانا سمیع الحق نے وفاقی کونسل کے حالیہ اجلاس میں پیش کیا

* بھارت کے مسلم کش فسادات
* بیت المقدس میں تبدیلی
* یاسر عرفات کی مدد کی جائے
* گھی کی مہنگائی

<u>جناب چیئرمین</u> - مولانا سمیع الحق صاحب! آپ کی تحریک التوا نمبر ۱۲۸ سے پیش فرمادیں۔

<u>مولانا سمیع الحق</u> - جناب والا: میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ مجلس شوریٰ کا حالیہ اجلاس ملتوی کر کے قومی اور اسلامی نوعیت کے حالیہ معاملات کو زیر غور لایا جائے۔ آج کے اخبارات میں ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش میں مسلمانوں کے ہلاک اور زخمی ہونے کی خبریں آئی ہیں۔ اس مسلم کش فسادات میں اعظم گڑھ کے قریب مسلمانوں کی املاک پر حملے، لوٹ مار اور آگ لگانے کے واقعات بھی ہو رہے ہیں۔ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے اور مسلمان پڑوسی ملک کی حیثیت سے اس کا فرض ہے کہ بھارتی مسلمانوں کے بچاؤ اور تحفظ کے مسئلہ کو ایوان میں زیر بحث لایا جائے۔

<u>جناب چیئرمین</u> - بہت بہت شکریہ! بہت بہتر۔

<u>مولانا سمیع الحق</u> - جناب والا۔ اس کا تعلق کئی حیثیتوں سے پاکستان کے ساتھ ہے۔ کیونکہ یہ ایک خارجی معاملہ بھی ہے۔ پھر لیاقت، نہرو جو معاہدہ ہوا تھا اس میں باقاعدہ وضاحت سے یہ تسلیم کیا گیا تھا کہ ہندوستانی مسلمانوں کے جان و مال اور سب چیزوں کا تحفظ کرے گا۔ اگر وہ اس معاہدے سے خلاف ورزی کرتا ہے اور بار بار یہ مسائل پیدا ہو رہے ہیں اور وہ تو ہمارے بلاوجہ اندرونی معاملات میں مداخلت کرتا رہتا ہے اور ہم مسلمانوں پر ظلم و ستم پر آواز بھی نہ اٹھا سکیں تو یہ بڑی افسوسناک صورت حال ہوگی۔

<u>جناب چیئرمین</u> - قاعدہ نمبر ۵ (د) یہ کہتا ہے کہ ابھی کل ہم نے اس موضوع پر بحث ختم کی ہے اور آپ کو موقع بھی ملا تھا کہ ہمارے تعلقات اپنے ہمسایہ ملکوں کے ساتھ کیسے ہیں اور کیسے ہونے چاہئیں۔

<u>مولانا سمیع الحق</u> - یہ اطلاع اس بحث کے بعد آئی ہے۔

<u>جناب چیئرمین</u> - لیکن یہ کوئی ایک واقعہ تو نہیں ہوا۔ ایسے کئی واقعات ہوئے ہیں اور کئی معزز اراکین نے اس

طرف اشارہ بھی کیا تھا کہ آسام میں یہ واقع ہوا اور حیدر آباد میں یہ ہوا۔ تو یہ باتیں تو ہو چکی ہیں۔ اس لئے یہ قاعدہ کے خلاف ہے۔

سید معین الدین شاہ۔ جناب چیئرمین۔ میں کے بارے میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان لیاقت نہرو پیکٹ موجود ہے اور لیاقت نہرو پیکٹ جو ہے وہ دونوں ممالک میں اقلیتوں کے تحفظ کے لئے ہے۔

جناب چیئرمین۔ میں اس بنیاد پر بات نہیں کر رہا۔ میں نے حوالہ دیا ہے رول ۸۰ (ڈی) کا۔

مولانا سمیع الحق۔ جناب چیئرمین۔ یہ خاص واقعہ ہے۔ اگر وزیر دفاع صاحب یا وزیر خارجہ صاحب دو چار الفاظ احتجاجاً کہہ دیں تو اچھا ہو گا۔ اس کے سوا ہم اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین۔ جو واضح طور پر خلاف ضابطہ ہو میں اس مسئلے میں محترم وزراء صاحبان کو زحمت نہیں دیتا۔

مولانا سمیع الحق۔ وہاں اعظم گڑھ میں ایک دینی ادارہ ہے اس کا وجود خطرے میں ہے۔

جناب چیئرمین۔ آپ نے اور سید معین الدین صاحب نے بھی حکومت کی توجہ دلا دی ہے اور یہ کافی ہے۔

**بناسپتی گھی کے نرخوں میں اضافہ تحریک التواء[۲۹]**

جناب چیئرمین۔ مولانا سمیع الحق

مولانا سمیع الحق۔ جناب چیئرمین صاحب۔ میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ مجلس شوریٰ کا حالیہ اجلاس فوری نوعیت کے اہل کے واقعہ پر غور کرنے کے لئے ملتوی کیا جائے۔ آج کے اخبارات جنگ لاہور مورخہ ۷ر نومبر میں خبر آئی ہے کہ حکومت اس بات پر غور کر رہی ہے کہ بناسپتی گھی کی قیمتوں میں دو روپے کا اضافہ کر دیا جائے۔ جب کہ پہلے سے نرخ کافی زیادہ ہے۔ اتنے بھاری اضافہ سے تمام پاکستانی باشندوں کو شدید تشویش لاحق ہو گئی ہے۔

جناب چیئرمین۔ جناب مولانا یہ بتائیے کہ یہ واقعہ ابھی وقوع پذیر تو نہیں ہوا۔

مولانا سمیع الحق۔ وقوع پذیر ہوا ہے جی۔ باقاعدہ اطلاع تو ہے کہ یہ ہونے والا ہے۔

جناب چیئرمین۔ ہونے والا ہے مستقبل کی بات ہے جب ہو گیا تو اس پر خوب بحث کریں گے۔

مولانا سمیع الحق۔ جناب ہو گیا ہے۔ وہ لاگو ہو گیا ہے۔

جناب چیئرمین۔ آپ تشریف رکھیں۔ صرف مولانا سمیع الحق صاحب بات کریں۔

مولانا سمیع الحق۔ جناب چیئرمین صاحب۔ یہ بہرحال ایک واقعہ ہے اور ہوا ہے۔ اس سے لوگوں میں تشویش اور پریشانی پھیل گئی ہے تو جو صورت حال ہے اگر اس کی وضاحت ہو جائے تو لوگوں کی تشویش دور ہو جائے۔

جناب چیئرمین۔ ابھی خطرہ ہے۔

مولانا سمیع الحق۔ خطرہ نہیں حضرت۔ وہ باقاعدہ ہونے والا ہے۔ کئی حضرات کہتے ہیں کہ ہو گیا ہے۔

جناب چیئرمین۔ آپ اصرار فرماتے ہیں تو میں وزیر صنعت سے کہتا ہوں کہ وہ ارشاد فرمائیں۔

اس کے بعد وزیر صنعت کا مفصل بیان ہوا۔

جناب چیئرمین۔ ارشاد مولانا۔

مولانا سمیع الحق۔ جناب چیئرمین صاحب۔ میں وزیر صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مگر انہوں نے تو کہا کہ وقوع پذیر ہونے والا ہے بلکہ ہو گیا ہے اور انہوں نے جو اعداد و شمار دیئے ہیں اس سے تو واضح ہو گیا ہے کہ یہ واقعہ حتمی ہے۔

جناب چیئرمین۔ انہوں نے کہا کہ آپ کا خطرہ جو ہے وہ آپ نے درست سونگھ لیا ہے۔

مولانا سمیع الحق۔ میں نے خطرہ تو سونگھ لیا ہے لیکن اب یہ ہے کہ جو ٹیکس بڑھائے گئے ہیں تو وہ کم کر دیئے جائیں۔

شہزادہ عالم منو۔ جناب چیئرمین۔ وزیر صنعت صاحب تو بہت اچھی اردو بولتے ہیں ان کو یہ کیسے خیال آیا کہ ان کو اردو نہیں آتی۔

جناب چیئرمین۔ جی ہاں۔ اچھی اردو بول لیتے ہیں۔

جناب حمزہ۔ جناب چیئرمین۔ اصل میں بات یہ ہے کہ جو معاملے کی نزاکت کو، تمام چیزوں کو سمجھتے ہوئے اس ایوان میں سننے کے بعد یہاں پہلے تقریر کی اور اس پر تحریک التوادی۔ یہ براہ راست تمام کاروباری لوگوں کو جو اس کی قیمت بڑھائیں گے اس میں مولانا سمیع الحق کا ضرور حصہ ہو گا۔

مولانا سمیع الحق۔ یہ خبریں آئی ہیں باقاعدہ۔ اگر میں تحریک پیش کروں یا نہ کروں کل سے گھی بازار میں دو روپے فی کلو مہنگا ہے۔ آج بازار میں جا کر آپ دیکھ سکتے ہیں۔

**بیت المقدس میں تبدیلی**

مولانا سمیع الحق۔ جناب چیئرمین میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ مجلس شوریٰ کی کارروائی ملتوی کر کے قومی و ملی نوعیت کے فوری معاملہ کو زیر بحث لایا جائے۔ اخبارات میں یہ تشویشناک خبریں آ رہی ہیں کہ نام نہاد اسرائیل نے مسلمانوں کے قبلہ اول مسجد اقصیٰ بیت المقدس کی شکل بدلنے اور اسے بتدریج ختم کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ جس پر یونیسکو کی جنرل کونسل نے ۲۲ ویں اجلاس میں پاکستانی وفد کے قائد نے تشویش کا اظہار کیا ہے۔ یہ پاکستان اور عالم اسلام کے تمام مسلمانوں کے قبلہ اول کا معاملہ ہے جس کا دفاع اور بچاؤ تمام مسلمانوں کا مذہبی فریضہ ہے۔ اور پاکستان کا فرض ہے کہ وہ اس معاملہ میں اپنی موثر اور بھرپور سعی کرے۔ اس لئے اس مسئلہ کو زیر بحث لائے۔

جناب چیئرمین۔ مولانا صاحب احتجاج ہو بھی چکا ہے۔ اس کے باوجود آپ اس پر احتجاج کرنا چاہتے ہیں۔

مولانا سمیع الحق۔ جناب چیئرمین میں عرض کرتا ہوں کہ وہاں تو ایک نمائندہ نے احتجاج کیا ہے۔ لیکن یہ ملک کا سب سے

بڑا ایوان ہے اور مسئلہ بھی قومی نوعیت کا ہے۔ قومی اہمیت کے معاملے صرف ایسے ہی نہیں ہوتے۔

جناب چیئرمین۔ ٹھیک ہے یہ قومی نوعیت کا معاملہ ہے میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں۔ تشریف رکھئے۔ جی وزیر قانون صاحب (آگے انگلش میں وزیر قانون صاحب نے بیان دیا۔)

**یاسر عرفات اور پی ایل او کی مدد کریں۔ تحریک نمبر ۱۳۰**

جناب چیئرمین۔ اب آپ فرمائیے۔

مولانا سمیع الحق۔ شکریہ جناب۔ ہم یہی چاہتے تھے کہ ذرا اس پر توجہ دے دے۔

جناب چیئرمین۔ اب آپ اس پر زور تو نہیں دے رہے۔

جناب چیئرمین۔ نمبر ۱۳۰، مولانا سمیع الحق صاحب،

مولانا سمیع الحق۔ یہ آپ کی کرم نوازی ہے کہ آپ نے مسترد نہیں کئے۔ جناب چیئرمین صاحب۔ میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ مجلس شوریٰ کے حالیہ اجلاس کو ملتوی کرکے حالیہ فوری نوعیت کے معاملہ کو زیر غور لایا جائے۔ آج کے اخبارات میں اطلاعات آئی ہیں کہ فلسطین آزادی کے نڈر رہنما اور پی۔ ایل۔ او کے سربراہ جناب یاسر عرفات صاحب متحارب فریقوں کی لڑائی میں اپنے ساتھیوں سمیت سخت حالات میں گھر گئے ہیں۔ اور انہوں نے ہتھیار ڈالنے کی پیش کش کے ساتھ عالم عرب اور عالم اسلام سے جنگ ختم کرانے کے لئے فوری مداخلت کی اپیل کی ہے۔ پاکستان ہمیشہ سے فلسطین کی جنگ آزادی میں عربوں کا ساتھ دیتا آیا ہے۔ اب جب کہ یاسر عرفات آزادی فلسطین کا لفظ آخری سہارا ہیں۔ ان کے اس طرح اندوہناک حالات میں مبتلا ہونا پورے عالم اسلام کے لئے باعث تشویش ہے اس کے لئے ایوان اس مسئلہ پر بحث کرے۔

جناب چیئرمین۔ قبلہ مسئلہ وہی آجاتا ہے ہمیں ہمدردی تو سب مسلمانوں سے ہے۔ لیکن ہمارا بلاواسطہ اس سے تعلق کیا ہے۔ مولانا صاحب ذرا وضاحت فرمائیں۔

مولانا سمیع الحق۔ میں کہتا ہوں یہ ایک اسلامی سٹیٹ ہے ہم ہمیشہ بلاواسطہ ان کے ساتھ بات چیت کر رہے ہیں۔ ان کی پشت پر کھڑے ہیں فلسطین کی آزادی کے لئے مختلف طریقوں سے حمایت کر رہے ہیں۔

(مداخلت)

مولانا سمیع الحق۔ میں کہتا ہوں کہ انہوں نے ہم سے اپیل کی ہے اور پورے عالم اسلام سے اس اپیل پر ہمارا کیا ردعمل ہے۔

راجہ محمد ظفر الحق۔ جناب چیئرمین۔ اس معاملے پر گذشتہ تین دنوں میں خارجہ امور کے دوران بحث ہو چکی ہے۔

لیکن فاضل رکن نے جو یہ معاملہ اٹھایا ہے اس بارے میں پاکستان کی پوری قوم اور حکومت پاکستان کا ردعمل بالکل واضح ہے۔ ہمیں انتہائی صدمہ ہے کہ فلسطینی ریاست کے قیام کے سلسلے میں جو ایک انتہائی جائز معاملہ ہے۔ اس کے بارے میں جدوجہد ہو رہی تھی۔ اس میں رخنہ ڈالنے کے لئے اس کے خلاف اسرائیلی حکومت نے جو سازش کی۔ کئی بار اس میں اسلامی ممالک کے درمیان رخنہ ڈالنے کی کوشش کی گئی۔ کئی بار عرب ممالک کے درمیان اختلافات پیدا کرنے کی کوشش کی گئی اور اسی مجموعی جنگی اور سیاسی حکمت عملی کے تحت خود فلسطینیوں کے درمیان ایک منافقت اور اختلاف پیدا کیا گیا ہے۔ اور آج ایک انتہائی صورت حال ہمارے سامنے ہے۔ کہ وہ لوگ جو ایک دوسرے کے ساتھ کندھا ملا کر اپنے خون کی قربانی اتنے طویل عرصے سے دیتے آئے ہیں۔ آج یہ صورت حال دنیا کے سامنے ہے۔ کہ خود ان کے درمیان کئی روز سے انتہائی شدید جنگ جاری ہے۔ اس سلسلے میں پاکستان کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہے اور پاکستان مسلسل رابطہ ان عرب ممالک کے ساتھ قائم کئے ہوئے ہے۔ جو اس سلسلے میں ایک مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ دشمن کی اس سازش کو ناکام بنانے کے لئے اور خود فلسطینیوں، عرب ممالک اور اسلامی دنیا کے درمیان اتحاد کو برقرار رکھنے کے لئے جو کوششیں کی جاسکتی ہیں انہیں جاری رکھا جاتے۔ اور اس سلسلے میں ہمیں امید ہے کہ کوئی بہتر صورت نکل آئے گی۔

جناب چیرمین۔ مولانا آپ اس بیان کے بعد آپ اس پر اصرار نہیں فرمائیں گے۔

مولانا سمیع الحق۔ نہیں۔

جناب چیرمین۔ اصرار نہیں کیا گیا۔ ناٹ پریس۔

(ادارہ)

**کاروانِ زندگی جلد اوّل** - از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی - مکتبۂ اسلام - ۳۷ گوئن روڈ لکھنؤ - قیمت ۳۲/۴۵ روپے

اہلِ ذوق کا فیصلہ ہے کہ ایک ادیب اور اچھے صاحب قلم کے ہاتھ سے نکلی ہوئی آپ بیتی ادب وانشار اور تاریخ وتذکرہ کے اصناف میں سب سے زیادہ دلچسپ، دلاویز، خوش گوار اور شوق انگیز صنف ہے اور اس کی رعنائی، دلکشی اور بھی بڑھ جاتی ہے جب اس کا لکھنے والا، زبان کا اداشناس، اہلِ زمانہ کا مزاج شناس، صاحبِ طرز ادیب اور قوت ومشاہدہ کی دولت سے مالامال ہو۔ کون ہے جو مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سے واقف نہیں۔ کسی تصنیف کی عظمت کے لئے کیا یہ کم ہے کہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اس کے مصنّف ہیں اور پھر اس کی عظمت کیوں نہ بڑھے جب وہ علی میاں کی کتاب بھی ہو اور حیات بھی۔ جگ بیتی ہو اور آپ بیتی بھی، تجربات بھی اور مشاہدات بھی، حادثات بھی اور واردات بھی ہوں۔ "کاروانِ زندگی" بظاہر ایک شخصیت کی سرگذشت اور کہانی ہے۔ مگر درحقیقت اولوالعزمی، جہد مسلسل فتح و کامرانی حوصلہ وہمت، علمی سرگرمیوں تصنیفی جمعیتوں، دعوتی تگ و دو اور استقامت وعزیمت کی ترجمانی ہے جو کامیاب علمی اور دعوتی زندگی کا سنگ میل ہے۔ مولانا موصوف کے "کاروانِ زندگی" میں گھر کی چار دیواری سے لے کر دینی نظام تعلیم وتربیت، مدارس وجامعات، حلقہ ہائے درس، گوشہ ہائے تصنیف سعی وجہد کی متحرک اور پر زور رزمگاہوں اور ان سب سے بڑھ کر، اخلاص وللہیت، ایثار وقربانی، محنت ومطالعہ، حصولِ کمال، علو ہمت، معاصرین سے تعلقات، افراد اور جماعتوں سے معاملہ اور وابستگی دعوت وتبلیغ، غیر ملکی اسفار، غرضیکہ انسانی زندگی کا وہ کونسا پہلو ہے جو اس میں موجود نہیں۔ کاروانِ زندگی عصر حاضر کے ایک باکمال شخصیت کی آپ بیتی نہیں بلکہ ایک مردم خیز، مردم آفرین معاشرہ، ایک حیات بخش نظام تعلیم وتربیت اور انقلاب آفرین نظریات وعقائد کا سدابہار گلشن ہے۔ جس کی ہر شاخ سرسبز وشاداب ہے۔

کتاب کے مطالعہ (تبصرہ نگار اپنے مطالعاتی تاثر اور واقعاتی وجدان کو ضبط تحریر میں لانے سے قاصر ہے) سے عمل کا جذبہ خامیوں اور کمزوریوں کا احساس، ہمت میں بلندی، نظم وضبط کی اہمیت، وقت کی قیمت قلب ونظر کی طہارت اور وسعت، عمل نافع اور باقیاتِ صالحات کے ذخیرہ کا شوق اور عزائم میں پختگی حاصل

ہوتی ہے۔ بڑے سے بڑا ذمہ دار شخص سے لے کر ادنی کارکن تک خواہ ان کا تعلق حکومت سے ہو یا رعایا سے ہو یا اداروں سے تعلیم سے ہو یا تنظیم سے، سب کے لئے یکساں طور پر نافع و دلکش اور دلاویز تحفہ ہے جو ہر لحاظ سے قابل قدر ہے اور اب بڑی شدت سے اس کی جلد نانی کا انتظار کر رہے ہیں۔ (عبدالقیوم حقانی)

حضرت ابوسفیانؓ اور ان کی اہلیہ۔ تصنیف۔ مولانا محمد نافع صاحب۔ صفحات ۸۰، قیمت درج نہیں۔ پتہ۔ مکہ بکس ۵۔ بخشی سٹریٹ۔ متصل چوک اردو بازار۔ لاہور

کتاب کا موضوع جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ حضرت ابوسفیان اور ان کی اہلیہ ہے۔ موضوع اہم ہے اور اس کا مواد تاریخ کے اوراق میں منتشر ہے۔ تاریخ کا بیان نہ تو قطعی حجت ہے اور نہ اسے آخری بات قرار دیا جا سکتا ہے۔ تو تاریخ کے بیانات متضاد ہیں۔ مولانا محمد نافع صاحب ہدیۂ تبریک کے مستحق ہیں جنہوں نے اس نازک اور اہم موضوع پر قلم اٹھایا اور افراط و تفریط سے محفوظ رہے جس کے دل میں حضرات صحابہ کی عظمت اور محبت ہوگی۔ اسے اس کتاب کی اہمیت و ضرورت اور اس کی اشاعت و مطالعہ اور افادہ و استفادہ کا احساس ہو سکے گا۔ مصنف کو اللہ تعالیٰ نے اس موضوع سے بڑا شغف اور صحابہ کرام کے دفاع کا پاکیزہ جذبہ وافر مقدار میں دیا ہے۔

کتابت کی غلطیاں بہت زیادہ ہیں امید ہے کہ آئندہ ایڈیشن سے اس کا ازالہ کر دیا جائے گا۔ (عبدالقیوم حقانی)

احکام عید الفطر: تالیف۔ سید ابو معاویہ ابوذر حسنی بخاری۔ صفحات ۴۲ قیمت ۵ روپے۔ پتہ۔ مکتبہ معاویہ۔ ۲۳۲۔ کوٹ تغلق شاہ۔ ملتان شہر

علامہ سید ابو معاویہ ابوذر بخاری ابن امیر شریعت بخاریؒ نے بڑی دیدہ وری اور محنت سے عید الفطر کے تمام مسائل ———— اور ضمناً عید الاضحیٰ کے احکام و مسائل کی بھی مستند مدلل اور مفصل تشریح فرمائی ہے۔ طرز تحریر دلچسپ اور انوکھا، آسان اتنا کہ ہر معمولی لکھا پڑھا انسان فائدہ اٹھا سکے۔ کتابت دلکش اور دل آویز جس میں سید ابو معاویہ کی اپنی راہ ہے۔ جو بے حد نرالی ہے۔ (عبدالقیوم حقانی)

معیار محبت | از حافظ محمد ظہور الحق ظہور۔ قیمت ۵۰/۵ ناشر کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار۔ راولپنڈی۔

یہ کتابچہ چار اہم مضامین پر مشتمل ہے: تاجدار نبوت / ذکر رسولؐ اور رسمی محفل میلاد، مسئلہ نذر و نیاز۔ شرک اور اس کی حقیقت۔ مضامین دلچسپ، اثر انگیز، اور تحریر ادیبانہ ہے۔ اہل ذوق کے تسکین قلب کا بہترین سامان۔ صفحات ۹۶ اور قیمت واجبی ہے۔

(عبدالقیوم حقانی)

**السہم المصیب فی الرد علی الخطیب (عربی)** : تالیف، علامہ ابوبکر بن ایوب ۔ ناشر دارالکتب العلمیہ اکوڑہ خٹک (پشاور) قیمت ۲۰ روپے ۔

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں سیدنا امام الائمہ سید الفقہا امام اعظم ابوحنیفہ کی ذات عالی مرتبت پر جو بے جا اتہامات اور بے بنیاد روایات نقل کی ہیں اور کچھ دل جلے انہی روایات کو مختلف انداز سے نقل کر کے سراج الامہ سیدنا امام اعظم کی عظمتوں کے روشن آفتاب کو انگلیوں سے چھپانے کی ناکام کوشش کرتے چلے آتے ہیں۔

علامہ ابوبکر بن ایوب نے اپنی اس عظیم تصنیف میں ایسی تمام روایات کا سنداً و متناً جائزہ لیا اور روایۃً و درایۃً ہر لحاظ سے سیر حاصل بحث کر کے ان تمام روایات و اتہامات کی قلعی کھول دی ہے ۔ جو تاریخ بغداد کے حوالہ سے نقل ہوتے چلے آئے ہیں ۔ کتاب کی علمی عظمت اور تحقیقی مرتبت کے لئے کیا یہ کوئی کم سند ہے کہ زہری زمان علامہ انور شاہ کشمیری نے اپنے موضوع پر جامع قرار دیا ہے ۔ اور " قد کفی ہذا لک " کی تقریظ صادر فرمائی ہے ۔ اور فرمایا کرتے ! کاش یہ کتاب چھپ جائے تو دنیا کو معلوم ہو جاتے کہ خطیب کی روایات کی اصل حقیقت کیا ہے ۔

علامہ شبیر احمد عثمانی اپنی شہرۂ آفاق تصنیف فتح الملہم کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں :-

اما من اراد الاطلاع علی ھفوات الخطیب فی شان ابی حنیفہ فلیطالع السھم المصیب فانہ یشفی الصدور ویذھب غیظ القلوب

جسے خطیب بغدادی کے بے جا اتہامات و ہفوات اور روایات کی تحقیق مقصود ہو اسے لامحالہ " السہم المصیب " کا مطالعہ کر لینا چاہئے ۔ کیونکہ اس کے مطالعہ سے مریض قلوب کو شفا حاصل ہوتی ہے ۔ اور دلوں کی کدورتیں دور ہوتی ہیں ۔ دارالکتب العلمیہ کے منتظمین پوری ملت بالخصوص حضرات احناف کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اشاعتی میدان میں اپنا سب سے پہلا قدم امام اعظم ابوحنیفہ رح کی مدافعت میں اٹھایا جو ایک نیک فال بھی ہے امید ہے کہ علمی حلقے اس نادر و نایاب کتاب کی اشاعت پر ناشرین کی حوصلہ افزائی فرمائیں گے ۔ (عبدالقیوم حقانی)

**افادات حلیم** | حضرت مولانا عبدالحلیم مردانی صدر المدرسین دارالعلوم حقانیہ جن کا پچھلے سال وصال ہوا کی یاد میں ان کے فرزند گرامی مولانا محمد ابراہیم فانی مدرس دارالعلوم حقانیہ کا مرتب کردہ یہ مجموعہ مولانا مرحوم کے بعض اہم درسی افادات اور مختصر سوانح پر مشتمل ہے ۔ اور ان کی ایک بہترین یادگار ہے ۔ آغاز میں مولانا سمیع الحق صاحب کا پیش لفظ ہے ۔ مولانا مرحوم کے تعزیتی اجلاس میں کی گئی حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی تقریر بھی شریک اشاعت ہے ۔ صفحات ۹۶ قیمت ۶ روپے ۔ ناشر مؤتمر المصنفین اکوڑہ خٹک

MFTM-5-77

Asiatic